REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO.R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ٭ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

REGD. No. P. 67.

ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وانتم اذلۃ

جلد ـــ ۲۱

ایڈیٹر:-
محمد حفیظ بقاپوری

نائب ایڈیٹر:-
خورشید احمد انور

ہفت روزہ بدر قادیان

شمارہ ـــ ۳۷

شرح چندہ

سالانہ	۱۰ روپے
ششماہی	۵ روپے
ممالک غیر	۲۰ روپے
فی پرچہ	۲۵ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN.

۵ شعبان ۱۳۹۲ ہجری — ۱۴ تبوک ۱۳۵۱ ہش — ۱۴ ستمبر ۱۹۷۲ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۱۲ تبوک (ستمبر)۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق لندن کی معرفت تازہ اطلاع مظہر ہے کہ حضور انور مورخہ ۲۳ ظہور (اگست) سے ربوہ تشریف لے آئے ہوئے ہیں۔ اور حضور انور کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔ احباب التزام کے ساتھ اپنے محبوب امام ہمام کی صحت وسلامتی۔ درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرام ہونے کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۱۲ تبوک (ستمبر)۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ احمدیہ صوبائی کانفرنس سرینگر سے مورخہ ۶ تبوک کو واپس تشریف لے آئے ہیں اور قادیان میں مع اہل وعیال بفضلہ تعالیٰ خیر وعافیت سے ہیں۔

★ ـــ حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب فاضل امیر مقامی قادیان مع جملہ درویشانِ کرام بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ٭

سرینگر میں جماعتہائے احمدیہ کشمیر کی دو روزہ کامیاب کانفرنس کا انعقاد

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی شرکت اور علماء سلسلہ کی پُرمغز تقاریر

رپورٹ مرتبہ مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد قادیان

الحمد للہ کہ جماعت ہائے احمدیہ کشمیر کی تیسری صُوبائی کانفرنس مورخہ ۲۶ و ۲۷ اگست ۱۹۷۲ء دو روز منعقد ہو کر نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ جس میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان نے شرکت فرما کر کانفرنس کی رونق کو دوبالا کر دیا۔ اس کانفرنس میں جماعت ہائے احمدیہ کشمیر کے چھ صد سے زائد نمائندے شریک ہوئے۔ علاوہ ازیں جماعتِ احمدیہ قادیان اور حیدر آباد کے متعدد نمائندوں نے بھی شرکت کی۔

جلسہ گاہ کی تیاری

کانفرنس کے انعقاد اور مہمانوں کے قیام کے لئے احاطہ مسجد احمدیہ متصل آئی۔ جی۔ پولیس آفس کے وسیع وعریض میدان میں جماعتِ احمدیہ سرینگر اور مضافات کی جماعتوں کے خدام نے نہایت تندہی سے شامیانے اور قناتیں نصب کیں۔ مستورات کے لئے علیحدہ شامیانہ لگایا۔ اور سٹیج کی سجاوٹ کر کے لاؤڈ اسپیکر کا انتظام بھی خود ہی سنبھالا۔ اس موقعہ پر تین لاؤڈ اسپیکر سٹ لائے گئے تھے جو جماعتِ احمدیہ آسنور کنی پورہ اور یاری پورہ کی ملکیت ہیں مسجد احمدیہ کے احاطہ میں مہمانوں اور مبلغین کی آمد سے خوب چہل پہل تھی جو ہر راہرو کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

محترم صاحبزادہ صاحب کا وُرود اور استقبال

مورخہ ۲۶ اگست کی دوپہر قریباً دو بجے محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اپنی دو صاحبزادیوں عزیزہ امۃ الکریم صاحبہ کوکب اور عزیزہ امۃ الرؤوف سلمہا اللہ کے ساتھ بذریعہ کار سرینگر ورود فرما ہوئے۔ آپ کی آمد کی خبر سُن کر تمام احمدیوں کے چہرے مسرت سے کھِل اُٹھے۔ اور سب احباب نے مسجد کے بیرونی گیٹ کے پاس اسلامی نعروں کی گونج میں آپ کا نہایت پُرجوش خیر مقدم کیا۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے ہر فرد سے مصافحہ ومعانقہ کیا۔ استقبال کا یہ دلچسپ نظارہ غیروں کے لئے بھی جاذبِ نظر بنا۔ بعد ازاں آپ تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے مسجد احمدیہ سے متصل کوارٹر میں تشریف لے گئے جہاں آپ کے قیام کا انتظام تھا۔

کانفرنس کے پہلے دن کا اجلاس

مورخہ ۲۶ اگست کو اس صوبائی کانفرنس کا پہلا اجلاس شام کے قریباً پونے چھ بجے محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی زیرِ صدارت شروع ہوا۔ پنڈال اپنوں اور غیروں سبھی سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ معززینِ شہر اور اخبار نویسوں کے لئے کرسیوں کا انتظام بھی اسٹیج کے بائیں طرف کیا گیا تھا۔ اور چونکہ مقامی روزناموں میں احمدیہ کانفرنس سے متعلق اعلان شائع ہو چکا تھا۔ اور بذریعہ لاؤڈ اسپیکر بھی شہر میں منادی کی جا چکی تھی اور پوسٹرز اور ہینڈ بلوں اور دعوت ناموں کے ذریعہ بھی اہلِ شہر کو شریکِ جلسہ ہونے کی دعوت دی گئی تھی اس لئے حاضری نہایت تسلی بخش تھی۔ محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی کی تلاوتِ کلام پاک اور مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس کی نظم خوانی نے حاضرین پر ایک وجد سا طاری کر دیا۔ بعدہٗ محترم حضرت صاحبزادہ صاحب کا ایمان افروز افتتاحی خطاب شروع ہوا۔

آپ نے اس کانفرنس کے انعقاد کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے موجودہ زمانہ میں اپنے برگزیدہ بندے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل کے ذریعہ جو انتظام فرمایا ہے اسے بار بار بیان کرنا ہمارا مقصد ہے تاکہ لوگ خالص توحید کو اپنائیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح شان دنیا میں قائم ہو جائے اور دہریت والحاد کی صف لپیٹ دی جائے۔ اس سلسلہ میں آپ نے قرآنی آیات کی روشنی میں ہر ملک وقوم میں انبیاء کی آمد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر معقول بحث کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ کو مفصّل طور پر بیان فرمایا کہ اب ہر قسم کی روحانی برکت آنحضرت صلعم کی غلامی ہی سے وابستہ ہے۔ اور اسی غرض کے لئے بانیٔ احمدیت کی بعثت عمل میں آئی ہے (باقی صلا پر)

جلسہ سالانہ قادیان

بتاریخ ۱۸-۱۹-۲۰ فتح ۱۳۵۱ ہش مطابق ۱۸-۱۹-۲۰ دسمبر ۱۹۷۲ء منعقد ہوگا

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری اور اجازت سے اکیاسی ویں جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کی تاریخیں ۱۸-۱۹-۲۰ فتح ۱۳۵۱ ہش مطابق ۱۸-۱۹-۲۰ دسمبر ۱۹۷۲ء رکھی گئی ہیں۔ جملہ عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ اور مبلغین سے درخواست ہے کہ احباب کو جلسہ سالانہ قادیان کی مذکورہ تاریخوں سے مطلع کیا جائے تاکہ احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں شمولیت کر کے اس عظیم الشان روحانی اجتماع کی برکات سے مستفید ہو سکیں۔

ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر وپبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان ٭

ہفت روزہ بدر، قادیان
مورخہ ۱۴ تبوک ۱۳۵۱ ہش

"مسیح موعودؑ اور کسرِ صلیب"

احادیثِ نبویہؐ میں آنے والے مسیح کے بارے میں مروی ہے کہ "یکسر الصَّلِیْب" وہ صلیب کو توڑے گا۔ چونکہ مسیح موعود خدا کے اُن برگزیدہ بندوں میں سے ہوگا جو نوعِ انسان کی رُوحانی اصلاح کے لئے مبعوث ہوتے ہیں اس لئے اس کے ذریعہ ظاہر ہونے والے جس قدر کارنامے بطور پیشگوئی آثار میں بیان ہوئے ہیں ان سے مراد اسی نوع کی جدّ وجہد ہے جس سے انسانی رُوح کو جلا ملے۔ اور اس کی اخلاقی زندگی سنور کر دل میں نورِ ایمان پیدا ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ مخلوقِ خدا کی خدمت کرکے فلاحِ دارین حاصل کرے۔ مسیح موعود کے کارنامہ کسرِ صلیب کے سلسلہ میں یہ خیال قطعی طور پر غلط بلکہ مضحکہ خیز ہے کہ وہ لکڑی یا دھات کی بنی ہوئی اس صلیب کو توڑتے پھریں گے جسے مسیحی لوگ نشان کے طور پر لٹکاتے ہیں۔ اس قسم کی صلیب کا توڑنا جہاں فعلِ عبث ہے وہاں عند العقل حدِّ امکان میں بھی نہیں۔ اور خدا کے برگزیدہ بندے کوئی بھی ایسا فعل نہیں کیا کرتے جو کسی نوع کے فائدہ سے خالی ہو۔ بعض لوگ مسیح موعود کے اس کارنامہ کی حقیقت کو یا تو جانتے نہیں یا جانتے ہوئے محض وسوسہ اندازی کی غرض سے اسی رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھنؤ کا مسیحی رسالہ **ھُما** اپنی تازہ اشاعت میں اسی وسوسہ اندازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"اُنیسویں صدی کے ایک پنجابی نبی اپنے آپ کو کاسرِ صلیب کہتے تھے۔ اور ان کا فرمانا تھا کہ وہ آئے ہی اس لئے ہیں کہ صلیب کا "ستیہ ناس" کردیں۔ مگر تعجب ہے کہ صلیب اپنی پوری رعنائیوں سمیت گرجوں کے اندر گرجوں کے اُوپر، گرجوں کے باہر، بشپوں، پادریوں اور عوام کی گردنوں پر جبّوں اور کوٹوں پر اب بھی موجود ہے۔ اور انشاء اللہ موجود رہے گی۔ اور اس کی تابانی نظم ونثر کے ویرانوں اور ظلمت کدوں کو حشر تک تابناک بناتی رہے گی۔ واللہ کیا اعجاز ہے، کیا طلسم ہے اور کیسی جاذبیت ہے اس نشان میں۔" (رسالہ ھُما جولائی ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۱)

جی ہاں! یہ اُنیسویں صدی کے پنجابی نبی ہی تھے جنہوں نے پَون صدی پہلے دُنیائے مسیحیت کو لرزہ بر اندام کردیا۔ اور اپنے زبردست دلائل کی قوت سے صلیبی مذہب پر ایسے کاری وار کئے کہ پادریوں کے طلسمات خاک میں مل گئے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کاسرِ صلیب ہونے کے ناطے آپؑ نے کبھی ایسا دعوٰے نہیں کیا جس کا ذکر معترض نے کیا ہے۔ ایسی بات وسوسہ اندازی کے سوا اور کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السّلام کی طرف سے **کسرِ صلیب** کا عظیم کارنامہ کیسے ظاہر ہُوا؟ اس پر بڑے ہی جامع الفاظ میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہُ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب **دعوۃ الامیر** میں روشنی ڈالی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی طرف سے صلیبی مذہب پر جس رنگ میں کامیاب وار کیا اور اس کے نتیجہ میں کسرِ صلیب کا کام نہایت احسن رنگ میں پورا ہوا، اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہُ فرماتے ہیں:

"مسیحی مذہب کی تمام کامیابی اس یقین پر تھی کہ حضرت مسیح صلیب پر مرکر لوگوں کے لئے کفّارہ ہو گئے۔ اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھے۔ ایک طرف اُن کی موت جسے "لوگوں کے لئے" ظاہر کیا جاتا تھا۔ لوگوں کے دلوں میں اُن کی محبت کی لہر پیدا کر دیتی تھی۔ اور دوسری طرف ان کی زندگی اور آسمان پر خدا تعالیٰ کے داہنے ہاتھ جا بیٹھنا ان کی عظمت اور خدائی کا اقرار کروالیتا تھا۔ آپؑ نے اِن دونوں باتوں کو انجیل ہی سے غلط ثابت کرکے دکھایا۔ اور تاریخ سے ثابت کردیا کہ مسیح کا صلیب پر مرنا ناممکن تھا کیونکہ صلیب پر لوگ تین تین دن تک زندہ رہتے تھے۔ اور مسیح کو صرف بقولِ اناجیل تین چار گھنٹے صلیب پر رکھا گیا۔ بلکہ انجیل میں ہے کہ جب اُن کو صلیب سے اُتارا گیا تو اُن کے جسم میں نیزہ چبھونے سے جسم سے زندہ خون نکلا (یوحنا ۱۹ : ۳۱ تا ۳۴) اور مردہ کے جسم سے زندہ خون نہیں نکلا کرتا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ثابت کیا کہ حضرت مسیح نے پیشگوئی کی تھی جو اَب تک اناجیل میں موجود ہے کہ آپ زندہ صلیب سے اُتر آئیں گے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اِس زمانے کے لوگوں کو **یونسؑ نبی کا سا معجزہ** دکھایا جائے گا۔ جس طرح وہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا تھا اسی طرح ابنِ آدم تین دن رات قبر میں رہے گا۔ (متی ۱۲ : ۳۹، ۴۰) اور یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ یونسؑ نبی زندہ ہی مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوا اور زندہ ہی اس میں سے باہر آیا۔ پس اسی طرح **مسیح علیہ السّلام** بھی زندہ ہی قبر میں ڈالے گئے اور زندہ ہی اس میں سے نکالے گئے۔ چونکہ تمام دلائل کی بنیاد اناجیل پر ہی تھی۔ اس حربہ کا جواب مسیحی کچھ نہ دے سکتے تھے اور نہ اب دے سکتے ہیں۔ پس کفارہ اور مسیح کے دوسروں کی خاطر صلیب پر مارے جانے کا عقیدہ جو مسیحیت کی طرف لوگوں کو کھینچ کر لا رہے تھے بالکل باطل ہو گئے اور اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔

دوسری ٹانگ مسیحیت کے بُت کی حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر جانے اور خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھ جانے کی تھی۔ یہ ٹانگ بھی آپؑ نے انجیلی دلائل سے ہی توڑ دی۔ کیونکہ آپؑ نے انجیل سے ہی ثابت کر دکھایا کہ **مسیح علیہ السّلام** صلیب کے واقعہ کے بعد آسمان پر نہیں گئے بلکہ ایران۔ افغانستان اور ہندوستان کی طرف چلے گئے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے کہا کہ مَیں بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے آیا ہوں۔ (میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانے کی نہیں مجھے ان کا بھی لانا ضروری ہے) (یوحنا ۱۰/۱۶) اور تواریخ سے ثابت ہے کہ بابل کے بادشاہ بخت النصر نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے دس کو قید کرکے افغانستان کی طرف جلاوطن کردیا تھا۔ پس حضرت مسیحؑ کے اپنے قول کے مطابق اُن کا افغانستان اور کشمیر کی طرف آنا ضروری تھا۔ تاکہ وہ ان گمشدہ بھیڑوں کو خدا کا کلام پہنچا دیں۔ اگر وہ اِدھر نہ آتے تو اپنے اقرار کے مطابق ان کی بعثت لغو اور عبث جاتی۔

آپ نے انجیلی شہادت کے علاوہ تاریخی اور جغرافیائی شہادت سے بھی اِس دعوے کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا۔ چنانچہ پُرانی مسیحی تاریخوں سے ثابت کردیا کہ حضرت مسیحؑ کے حواری ہندوستان کی طرف آیا کرتے تھے۔ اور یہ کہ تبت میں ایک کتاب بالکل انجیل کی تعلیم کے مشابہ موجود ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس میں عیسیٰؑ کی زندگی کے حالات ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام ان علاقوں کی طرف ضرور آئے تھے۔ اسی طرح آپ نے ثابت کیا کہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے اور افغانستان اور کشمیر کے آثار اور شہروں کے نام اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ ان ممالک میں یہودی لاکر بسائے گئے تھے۔ چنانچہ کشمیر کے معنی جو کہ اصل میں کشیر ہے (جیسا کہ اصل باشندوں کی زبان سے معلوم ہوتا ہے) "شام کے ملک کی مانند" کے ہیں۔ کَ کے معنی مثل کے ہیں اور شیر شام کا نام ہے۔ اسی طرح کابل اور بہت سے دُوسرے افغانی شہروں کے نام شام کے شہروں کے ناموں سے ملتے ہیں۔ اور افغانستان اور کشمیر کے باشندوں کے چہروں کی ہڈیوں کی بناوٹ بھی بنی اسرائیل کے چہروں کی بناوٹ سے ملتی ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے تاریخ سے مسیح کی قبر کا پتہ بھی نکال لیا جو کہ کشمیر کے شہر سرینگر کے محلہ خانیار میں واقع ہے۔ کشمیر کی پُرانی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نبی کی قبر ہے جسے شہزادہ نبی کہتے تھے۔ اور جو مغرب کی طرف سے اُنیس ۱۹ سو سال ہوئے آیا تھا۔ اور کشمیر کے پُرانے لوگ اُسے عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں۔

غرض متفرق واسطوں سے پہنچنے والی روایات کے ذریعہ سے آپ نے ثابت کردیا کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو کر کشمیر میں دفن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ان کے حق میں پورا ہوچکا ہے کہ **وَ اٰوَیْنٰھُمَاۤ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ** (مومنون رکوع) اور ہم نے مسیح اور اس کی ماں کو ایک ایسے مقام پر جگہ دی جو اونچی جگہ ہے اور پھر ہے بھی میدان میں

(باقی دیکھئے صفحہ ۱۲ پر)

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ نے نہایت عظیم الشان کام ہمارے سپرد کیا ہے

اِس کام کی وسعت اور اہمیت مقتضی ہے کہ ہم اپنی پوری طاقت اور توجہ اس پر صرف کریں

کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دُور
اَے مرے اہلِ وفا سُست کبھی گام نہ ہو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فرمودہ ۸ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
انسان جب کوئی کام شروع کرتا ہے تو

پہلے اندازہ کر لیتا ہے

کہ کتنا بڑا کام ہے۔ اس کے مطابق پھر وہ اپنی طاقت خرچ کرتا ہے۔ اگر کام بڑا ہو تو زیادہ محنت اور کوشش کرتا ہے۔ اور اگر چھوٹا ہو تو اس کے لئے مناسب زور لگاتا ہے۔ یہ بات ایسی ضروری سمجھی گئی ہے اور اس کی خلاف ورزی میں اتنے نقصان سمجھے گئے ہیں کہ خدا نے ایک ایسی قوت پیدا کی ہے جو بتاتی ہے کہ کسی کام کے لئے کتنی قوت ضروری ہے جیسے کان ہیں جو سُن کے بتاتے ہیں کہ کیسی آواز ہے کس قسم کی آواز ہے اور کس کی آواز ہے۔

دیکھو عالِم کون ہے؟ وہ جو تاریخ جانتا ہے۔ زبان۔ جغرافیہ۔ حساب۔ ڈاکٹری۔ قانون جانتا ہو۔ مگر یہ علوم کہاں سے آئے۔ دُوسروں نے ذرہ ذرہ ملایا۔ کسی نے کوئی چیز معلوم کی کسی نے کوئی۔ وہ سب جمع ہو گئیں۔ اور ہم کانوں کے ذریعہ سُن کر ان علوم سے واقف ہو جاتے ہیں۔ پھر ہم کانوں کے ذریعہ ہی بولنا سیکھتے ہیں۔ جو پیدائشی بہرے ہوں وہ بول بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ بولنا انسان کو سُن کر ہی آتا ہے۔ پس اگر کان نہ ہوتے تو زندگی دوبھر ہو جاتی۔

اور

اگر آنکھیں نہ ہوتیں

تو علوم رائیگاں جاتے اور انسان ہر وقت خطروں میں پڑا رہتا۔ وہ کنوئیں۔ گڑھے۔ ٹیلے میں تمیز نہ کر سکنے کے باعث ٹھوکریں کھاتا پھرتا۔ کان کے ذریعہ سُنتا ہے۔ مگر کان جو سُنتے ہیں وہ سب محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے قدرت نے آنکھ دی ہے جو کتاب سے دیکھ کر پڑھ لیتی ہے۔ اور اس طرح علوم محفوظ ہو جاتے ہیں۔ آج جو کتابیں لکھی جاتی ہیں وہ ہزار سال کے بعد بھی پڑھی جائیں گی۔ اور

اس وقت کے لوگ بھی ان سے فائدہ اُٹھا سکیں گے

لیکن اگر صرف زبانی باتیں ہوں تو انسان خود بھی ان سب کو یاد نہیں رکھ سکتا۔ پس اگر آنکھیں نہ ہوتیں تو بھی علوم ضائع ہو جاتے۔ اور پھر رنگوں کے تغیّرات سے جو انسان علوم حاصل کرتا ہے وہ بھی نہ کر سکتا۔ مثلاً پھلوں کے متعلق دیکھتا ہے کہ وہ سبز ہیں اور ابھی پکے نہیں اور پھر رنگت میں ایک خاص تغیّر آتا ہے۔ وہ زردی مائل ہو جاتے ہیں یہ تغیّر بتاتا ہے کہ پھل پک گیا۔ اگر آنکھ نہ ہوتی تو یہ نہ معلوم کر سکتا اور رنگوں سے جو کام چلتے ہیں وہ بھی بند ہو جاتے۔ علاوہ ازیں وہ عزیزوں رشتہ داروں کو دیکھتا ہے۔ اور اُن سے جو مسرّت حاصل کرتا ہے وہ بھی نہ کر سکتا۔

چاند ستاروں کو دیکھتا ہی

نگاہ بتاتی ہے کہ فلاں ستارہ کہاں ہے اور فلاں ستارہ کہاں ہے۔ اور اس سے وہ اپنے سفر میں کام لیتا ہے۔ لیکن نگاہ نہ ہو تو بھٹکتا پھرتا۔ پھر ستاروں کو ہی دیکھ کر جو جنتریاں بنتی اور کاروبار میں آسانی بہم پہنچاتی ہیں وہ بھی نہ ہوتیں۔

پھر

زبان چکھنے کے لئے ہے

وہ نہ ہوتی تو میٹھے اور پھیکے، کڑوے اور کھٹے کا فرق نہ ہوتا۔ اور ناک سے خوشبو اور بدبو معلوم کرتا ہے۔ تمام خوشبودار چیزیں مفید ہوتی ہیں اور بدبودار مضر۔ اس لئے ناک کے ذریعہ نقصان رساں چیزوں سے بچتا ہے اور مفید سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پھر جسم میں سردی گرمی کا احساس رکھا گیا ہے۔ اگر یہ احساس نہ ہوتا تو برف میں بیٹھا رہتا اور اسے احساس نہ ہوتا، نمونیہ ہو کر ہلاک ہو جاتا۔ یا گرمی میں پسینہ نکلتا ہے۔ اس کے لئے پنکھا جھلتا ہے۔ اگر گرمی کا احساس نہ ہوتا تو گرمی میں کام کرتا اور پسینہ نکل نکل کر اس کا خون اس قدر کم ہو جاتا کہ وہ ہلاک ہو جاتا۔ پھر نرم اور سخت کا احساس بھی انسان کے لئے مفید ہے۔ اگر سخت چیز کو محسوس نہ کر سکتا تو زخمی ہو جاتا۔ اور اس کو پتہ بھی نہ لگتا۔

غرض جس طرح سُننے۔ دیکھنے۔ چکھنے سونگھنے اور چھُونے کی قوت ہے اسی طرح

ایک قوّت انسان میں ایسی بھی ہے

جو بتاتی ہے کہ فلاں کام کے لئے کتنی قوّت کی ضرورت ہے۔ پہلے یہ قوّت معلوم نہ تھی مگر اب نئے ذرائع اور آلات سے معلوم ہوئی ہے۔ پہلے لوگ پانچ حواس قرار دیتے تھے۔ لیکن اب معلوم ہُوا ہے کہ نو حواس ہیں۔ ان میں سے ایک حِس یہ ہے جس کے متعلق میں نے بتایا ہے کہ وہ بتاتی ہے کہ فلاں کام کے لئے کتنی قوّت کی ضرورت ہے۔ اس طاقت کے رکھنے میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر بڑا احسان فرمایا ہے کیونکہ اس سے انسان اپنی طاقتوں کو تباہ کرنے سے بچ جاتا ہے۔ اور اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں مجھ کو کتنی طاقت لگانی چاہیئے۔ اور کہاں کتنی۔ اس طرح اس کی زائد طاقت ضائع نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک قلم انسان اٹھانا چاہتا ہے۔ وہ قوّت اس کو بتا دیتی ہے کہ اس کے لئے کتنی طاقت کی ضرورت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو انسان پیسہ کے اُٹھانے کے لئے بھی اتنی ہی طاقت لگاتا جتنی من بھر بوجھ کے اُٹھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اس طرح اب جو انسان ساٹھ ستّر سال زندہ رہتا ہے اس کی بجائے پندرہ بیس سال میں مر جاتا۔

خدا نے اس حِس کو پیدا کر کے

اِنسان کی طاقت کو محفوظ کر دیا

ورنہ انسان ہلاک ہو جاتا۔ مگر جہاں یہ خطرہ تھا کہ تھوڑے کام کے لئے زیادہ طاقت خرچ کر کے انسان اپنی قوّت کو تباہ نہ کر لے وہاں یہ بھی خطرہ ہے کہ انسان بڑے کام کے لئے تھوڑی طاقت صرف کر کے اپنے کام ہی کو تباہ کر لیتا ہے۔ مثلاً اگر نہر کو بند کرنے کی ضرورت ہو اور کوئی شخص اس میں ایک بورا مٹی کا ڈالے تو نہر کا پانی بجائے رُکنے کے اس کو بہا لے جائے گا۔ لیکن اگر ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہو جس سے ہم نہر میں یکدم اتنی مٹی ڈال سکیں جس سے تھوڑی دیر کے لئے اس میں روک پیدا ہو سکے تو پھر اس وقفہ کے دَوران میں زیادہ مٹی ڈال سکتے ہیں۔ یا مثلاً پرنالے بہتے ہیں۔ اگر ان کو بند کرنے کے لئے تولہ بھر مٹی ڈالی جاتے تو اس سے پانی نہیں رُکے گا۔ خواہ سارا دِن تولہ تولہ مٹی ڈالی جائے۔ لیکن اگر یکدفعہ کافی مٹی ڈالی جائے گی تو پانی رک جائے گا۔

مَیں نے اپنی جماعت کو بارہا توجہ دلائی ہے کہ

ہمارا کام عظیم الشّان حیثیت رکھتا ہے

اور دُنیا کے تمام کاموں سے بڑا ہے۔ چونکہ ہم دنیا میں حقیر سمجھے جاتے ہیں اس لئے ہمارا بڑا کام دنیا کی نظر میں معمولی ہے۔ اور دُنیا کے معمولی کام اہم۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ کام ہمارا ہی

سب سے بڑا ہے۔ اگر انگریزوں کا ایک وزیر ایک دن کی بھی چھٹی لے یا کسی کام پر باہر جائے تو اس کے متعلق تمام اخبارات میں تاریں چھپ جاتی ہیں۔ اس قدر بڑی اس کی شخصیت سمجھی جاتی ہے۔ مگر دیکھنا چاہیئے کہ انگریزوں کے ایک وزیر کا نہیں سب کا کیا کام ہے۔ یہی کہ برطانیہ میں اور چند اَور ممالک میں جو ان کے ماتحت ہیں امن قائم رکھنا ان کا فرض ہے۔ اگر وہ اپنے اس فرض کو پورے طور پر ادا کریں اور اس میں کامیاب ہو جائیں تو بھی کیا ہے۔ لوگوں کو ۳۰، ۴۰ یا ۶۰، ۷۰ سال کی زندگی میں امن مل جائے گا۔ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوں تو ۶۰۔ ۷۰ سال تک امن ہوگا مگر مرنے کے بعد لوگوں کو جو عذاب ملے گا اس سے ان کو بچانے والا کون ہوگا۔ یہ وزیر اور بادشاہ تو خود پکڑے ہوں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم کو عقل دی۔ طاقت دی۔ پھر تم نے ہماری بجائے ایک انسان کو کیوں خدا بنایا۔ اس وقت تو وہ اپنے کئے کے جواب دہ ہوں گے دوسروں کو کیا بچائیں گے۔ اسی طرح دوسری حکومتیں ہیں۔ مثلاً فرانس۔ امریکہ۔ جاپان اچھا کام کر رہی ہیں لیکن ان کا کام انہی سے متعلق ہے۔ اور اسی دُنیا کی زندگی تک محدُود ہے۔

ہمارا کام یعنی تبلیغ اسلام بہت وسیع ہے۔ انگلستان کا کام بھی ہمارے ذمّہ ہے۔ امریکہ کا کام بھی ہمارے ذمّہ ہے۔ فرانس کا کام بھی ہمارے ذمّہ ہے۔ جرمنی کا کام بھی ہمارے ذمّہ ہے۔ روس کا کام بھی ہمارے ذمّہ ہے۔ چین کا کام بھی ہمارے ذمّہ ہے۔ غرض

ساری دُنیا کا کام ہمارے ذمّہ

ہے۔ پھر ان کا کام صرف اس دُنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر ہمارا کام ہمیشہ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اس زندگی کو پُر امن بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر ہم نہ صرف اس زندگی کو پُر امن بنانا چاہتے ہیں۔ بلکہ آئندہ زندگی کو پُر امن بنانا بھی ہمارا کام ہے۔ اُن کا کام یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارا کام یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ ابد الآباد تک جاتا ہے۔ اُن کے کام کی حیثیت ایسی ہے جیسے کمانے والے شخص کے مقابلہ میں بچّے کے کام کی ہو۔ اور ہمارے کام کی حیثیت بچّے کے مقابلے میں کمانے والے شخص کے کام کی ہے۔ بچّہ کا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کی باتوں اور حرکات پر ماں باپ ایک آن کی آن خوش ہو کر ہنس لیں۔ لیکن بڑے شخص کے کام پر کنبہ کی زندگی کا مدار ہوتا ہے۔ پس ان کے کام یہیں ختم ہو جاتے ہیں مگر ہمارے کام آگے چلتے ہیں۔ اب اگر ان میں سُستی ہو جاتے تو سمجھ لو کہ ہم کس قدر سرزنش کے قابل ہوں گے۔

اس کام کے لئے جو اتنا اہم ہے ہمیں

بہت بڑی طاقت کی ضرورت

ہے۔ اور اگر اس کے لئے پوری طاقت صرف نہ کی جائے تو ممکن ہے کہ پہلی محنت بھی ضائع ہو جائے۔ اگر محنت کی رفتار یہ ہو گی جو ایک بہتے ہوئے پرنالہ کے سامنے ایک تولہ مٹی کی ہوتی ہے تو خواہ کئی آدمی کام پر لگ جائیں وہ پرنالے کو بند نہ کر سکیں گے اور ان کی محنت اکارت جائے گی۔ پس

ہماری جماعت کا فرض ہے

کہ اس کا ہر ایک فرد پُوری طاقت اور توجّہ سے اس کام میں لگ جائے۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت میں کم لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کام کی اہمیت کو سمجھا ہے۔ اور پھر اور بھی کم ہیں جنہوں نے سمجھ کر اس کے مناسب طاقت خرچ کی ہے۔ ہمارا کام تو اس قسم کا ہے کہ ہماری جماعت کے ہر چھوٹے بڑے عالم۔ غیر عالم۔ امیر غریب بچّے بوڑھے۔ مرد عورتیں۔ اس میں لگ جائیں۔ دیکھو جس وقت مکان خطرے میں ہو تو یہی نہیں کہ بڑے ہی کام میں لگتے ہیں بلکہ بچّے۔ بوڑھے۔ عورتیں سب کے سب کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

جب گھر میں آگ لگی ہوئی ہو تو نہ بچّہ کے لئے آرام ہوتا ہے نہ عورت اور بوڑھے کے لئے بلکہ اس وقت گھر کا ہر ایک فرد کام میں تندہی سے مصروف ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں کامیابی کی اُمید ہوتی ہے۔ اس وقت دنیا میں آگ لگی ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس آگ کو بُجھائیں۔ اگرچہ ہماری جماعت تھوڑی ہے۔ اور اگر وہ ساری کی ساری لگ جائے تو کام کے مقابلہ میں اس کی کوشش تھوڑی ہی ہو گی۔ مگر جس کا یہ کام ہے اس کا وعدہ ہے کہ جب ہم اپنی تمام طاقت لگا دیں گے تو وہ مدد کرے گا۔ اور خود اس کام کو درست کر دے گا۔ اس کا وعدہ ہے جب تم اپنی طرف سے پُوری سعی کرو گے تو باقی سُوراخ جو بند نہ کر سکو گے وہ خود بند کر دے گا۔ اگر خود کام میں سُستی کرو گے تو اس کی طرف سے مدد نہیں آ سکتی۔ لیکن جب تم اپنی طاقت خرچ کر دو گے تو

خدا کی غیرت

جوش میں آئے گی۔ میرے بندے کمزور ہو کر اس کام میں لگے ہیں تو میں طاقتور ہو کر کیوں نہ اُن کے کام کو انجام دوں۔ اور جب اس کی مدد آجاتی ہے تو ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں۔ اور کمزور طاقتور ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو قوت دے غافلوں کو ہوشیار کرے اور ہمارے دِلوں کو اپنی راہ میں کھول دے۔ کہ ہم اس راہ میں سب کچھ خرچ کرتے ہوئے تنگی اور انقباض نہ محسوس کریں۔ تاکہ ہم اس کے فضلوں کے وارث ہوں ❁

مسیح موعودؑ اور کسرِ صلیب ..... بقیہ اداریہ صد (۲)

اور اس میں چشمے بھی بہت سے پھوٹتے ہیں۔ اور یہ تعریف کشمیر پر بالکل صادق آتی ہے ❁

غرض مسیحؑ کی زندگی کے حالات اُن کی موت تک ثابت کر کے اور ان کی قبر تک کا نشان نکال کر حضرت مسیح موعودؑ نے مسیحؑ کی خدائی پر ایسا زبردست حملہ کیا ہے کہ مسیحؑ کی خدائی کا عقیدہ ہمیشہ کے لئے ایک مُردہ عقیدہ بن گیا ہے " (دعوۃ الامیر صد ۱۱۲ تا صد ۱۱۴)

اور اسی کو دوسرے لفظوں میں "کسرِ صلیب" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس کا کام نہایت کامیابی و کامرانی سے حضرت کاسرِ صلیب کے ہاتھوں انجام پایا ہے۔ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِر !!

ہفتہ تحریکِ جدید

یکم اخاء تا ۷؍اخاء ۱۳۵۱ہش۔ احبابِ جماعت کی خصوصی توجّہ کیلئے

اس سال ہفتہ تحریکِ جدید مورخہ یکم اخاء تا ۷؍اخاء (یکم اکتوبر تا ۷؍اکتوبر) منایا جا رہا ہے۔ حسب اعلان ان سات دنوں میں احبابِ جماعت کو بالخصوص نئی پود کو اس کے پس منظر اور اس کی مقبولیت اور شاندار نتائج سے بالتفصیل آگاہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ تا انہیں علم ہو کہ کس طرح خدا تعالےٰ کے ایک محبُوب بندہ کی طرف سے خدمت و اشاعتِ دین کے لئے ایک اِلقائی تحریک جماعت کے سامنے آج سے ۳۸ سال پہلے رکھی گئی۔ اور خدا تعالےٰ نے اس کو کس طرح جماعت کے دِلوں میں جگہ دی اور خدا تعالےٰ کے فرشتے اس کو اکنافِ عالم میں پھیلانے کا ذریعہ بنے۔

زندگی حرکت کا نام ہے۔ مُردہ اور غیر جاندار چیزوں میں ذاتی حرکت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی غیر جاندار چیز آپ کو متحرک نظر آتی ہے تو سمجھ لیجئے کہ کسی بیرونی اثر کے سبب اُس میں یہ تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اُسے کوئی اور ہستی حرکت دِلا رہی ہے تحریکِ جدید کا مطلب ہے کہ ایک نئی حرکت جس کے ذریعہ جماعت میں ایک نئی زندگی اور نئی رُوح اس کے اصل مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پیدا ہوتی اور اس کی قوتِ عملیہ کو تیز تر کر دیتی ہے۔

احبابِ جماعت کو چاہیئے کہ اس ہفتہ کو پُورے اہتمام کے ساتھ منائیں۔ اسی طرح تحریکِ جدید کے سالِ نو کے دس ماہ گذر چکے ہیں احباب اس طرف بھی خاص توجّہ فرمائیں اور سالِ رواں کی جو رقوم ابھی قابلِ ادا ہیں وہ ۳۱؍اکتوبر سے قبل ادا فرمائیں ❁

وکیلُ المال تحریکِ جدید قادیان

درخواست ہائے دُعا

(۱) ــــ خاکسار کے خُسر جناب جے عابد حسین صاحب صدر جماعت احمدیہ کرنول کی طبیعت پھر بہت علیل ہے ایکسرے کروایا گیا ہے، علاج ویلور ہسپتال میں ہو رہا ہے درویشانِ قادیان اور بزرگانِ سلسلہ سے صحت کاملہ وعاجلہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار محمد عبد الحفیظ قریشی۔

(۲) ــــ خاکسار کی اہلیہ کچھ عرصہ سے بلڈ پریشر کی وجہ سے زیادہ علیل ہیں بیماری کا بار بار حملہ ہوتا ہے بزرگانِ سلسلہ و احباب سے موصوفہ کی صحتِ کاملہ کے لئے درخواستِ دُعا ہے۔ خاکسار عبد الحق فضلی مبلغ سلسلہ احمدیہ مقیم حیدر آباد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کی اہم دینی مصروفیات

قرآن کریم کی عظمت و شان کا قیام اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت جماعت احمدیہ کا فرض ہے

مجلس علم و عرفان میں حضور کے زرّیں ارشادات۔ انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں

ایبٹ آباد۔ ۲۹ روفا ۱۳۵۱ ہش

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی عام طبیعت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ لیکن ربوہ میں قیام کے دوران گرمی اور پھر واپسی پر سفر کی کوفت کی وجہ سے اکثر ضعف اور چکروں کی تکلیف رہتی ہے۔

احباب جماعت حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے دردِ دل سے دعائیں کرتے رہیں۔

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ بھی ان دنوں ایبٹ آباد میں مقیم ہیں۔ آپ کو عرصہ سے معدہ اور انتڑیوں کی تکلیف چلی آرہی ہے۔ سی ایم ایچ ایبٹ آباد میں طبی معائنہ کروا رہے ہیں تاکہ بیماری کی صحیح تشخیص ہو سکے۔ احباب محترم میاں صاحب کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں کامل صحت اور لمبی عمر عطا فرمائے۔

انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں

مورخہ ۲۶ ر وفا بروز اتوار عام ملاقاتوں کا دن تھا۔ احباب جماعت اپنے پیارے امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ سے ملاقات کے لئے کثیر تعداد میں تشریف لائے۔ حضور نے ازراہِ شفقت ساڑھے نو بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک پہلے انفرادی طور پر اور پھر ساڑھے گیارہ بجے سے ایک بجے تک اجتماعی ملاقات فرمائی۔ اس موقع پر ان جماعتوں کے امیر صاحبان بھی موجود تھے۔

اس اجتماعی ملاقات کے دوران حضور کے ملفوظات کے چیدہ چیدہ حصوں کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے

عالمگیر اشاعتِ اسلام کی ذمہ داری

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم پر اسلام کی عالمگیر تبلیغ و اشاعت کی عظیم ذمہ داری ڈالی ہے۔ ہماری تمام تر توجہ اسی پر مرکوز رہنی چاہیئے۔ اور اس سے کما حقہٗ عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھنی چاہیئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو بہت سی بشارتیں دے رکھی ہیں جو اپنے وقت پر ضرور پوری ہوں گی۔ مگر یہ خدا کے کام ہیں۔ انہیں خدا نے صادق الوعد پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ جو کام ہمارے کرنے کے ہیں انہیں خلوص نیت اور صدقِ دل سے انجام دینے کی پوری کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔

جماعت احمدیہ کے قیام کی ایک غرض

فرمایا جماعت احمدیہ کے قیام کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں بنی نوع انسان سے حقیقی پیار اور سچی ہمدردی کی جائے اور اس حسنِ سلوک میں رنگ و نسل اور مذہب و ملت کا کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے۔ چنانچہ براعظم افریقہ میں جماعت احمدیہ اس کا عملی مظاہرہ کر رہی ہے اور قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کر چکی ہے۔ فرمایا افریقن دوست جو سالہا سال سے عیسائیوں کے ہاتھوں استحصال اور تحقیر کا نشانہ بنے ہوئے تھے احمدیت کے ذریعہ اسلام کی حقانیت سے روشناس ہوئے تو ان میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ اور ان کا سر فخر سے بلند ہو گیا چنانچہ سیرالیون کے ایک سربرآوردہ غیر از جماعت دوست نے جو سابقہ حکومت میں نائب وزیر اعظم بھی رہ چکے ہیں، نے ایک استقبالیہ میں اس بات کا کھلے بندوں اعتراف کیا اور کہا کہ اس صدی کے شروع میں ہم اسلام کا نام لیتے ہوئے شرماتے تھے اور اغیار کے سامنے ہمارے سر جھکے رہتے تھے۔ احمدیت کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اسلام کی حقانیت کو بدلائل واضح کیا۔ اور مخالفینِ اسلام کی زبانیں بند کر دیں۔ اب ہمارے سر فخر سے بلند ہو گئے ہیں

حضور نے فرمایا اسلام کی تبلیغ اور قرآن کریم کی اشاعت کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اس کے لئے جہاں

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا
يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

کی رو سے نوعِ انسانی کی ہدایت کا اپنے دل میں حقیقی درد پیدا کرنے کی ضرورت ہے وہاں یہ کام ایک مضبوط اور ایثار پیشہ تنظیم اور سب سے بڑھ کر آسمانی رہنمائی کا بھی محتاج ہے۔ فرمایا ہماری دیکھا دیکھی ایک دفعہ ازہر یونیورسٹی کے چند فارغ التحصیل علماء سیرالیون پہنچے مگر ان کی سہل پسند طبیعت وہاں بھی آڑے آئی۔ جلد ہی اسلام کا سارا درد کافور ہو گیا۔ بعض لوگ ان کی ایک جھلک بھی نہ دیکھنے پائے تھے کہ وہ مصر واپس لوٹ گئے۔ اسی طرح یہاں کی ایک تبلیغی جماعت کے کچھ حضرات کو اسلام کی تبلیغ کا جوش آیا تو وہ امریکہ تشریف لے گئے اور بڑے طمطراق سے حیاتِ مسیح پر لیکچر دینے لگے۔ ہمارے بعض نو مسلم امریکن دوستوں نے ان سے کہا کہ مشکل سے ہم نے عیسائیت سے نجات حاصل کر کے اسلام کی زندگی بخش تعلیم میں پناہ لی ہے۔ اب آپ اسلام کی بجائے الٹا عیسائیت کو سچا ثابت کر رہے ہیں۔ یہ تو اسلام کی خدمت نہیں ہے۔ چنانچہ اپنے ترکش کے اس آخری تیر کی ناکامی پر ان کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔

فرمایا۔ اسلام کا عالمگیر غلبہ اب احمدیت کے ذریعہ مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کے حق میں ہر قسم کے دلائل کے علاوہ معجزات اور قبولیت دعا کے نشانات ہمارے ہاتھ میں بطور ہتھیار دے رکھے ہیں یہی وہ ہتھیار ہیں جن کے ذریعہ ہم اسلام کو ادیانِ باطلہ پر غالب کرنے میں کوشاں ہیں اور اس میں ہمارا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

قرآن کی عظمت و شان کا قیام ہمارا فرض ہے

فرمایا۔ قرآن کریم حق و حکمت پر مشتمل ایک عظیم کتاب ہے۔ اس میں مسلمانوں کی دین اور دنیا کی بھلائی کی کامل تعلیم موجود ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو سمجھیں اور متروک نہ بننے دیں۔ اس کی عظمت اور شان کو قائم کریں اور قرآنی انوار اور روحانی برکات سے ہر گھر کو منور و معمور بنا دیں۔ فرمایا قرآن کریم جہاں کتابِ مبین ہے وہاں یہ کتاب مکنون بھی ہے۔ قیامت تک اس میں سے نئے نئے علوم منکشف ہوتے رہیں گے۔ ان علوم کا انکشاف خشیۃ اللہ اور طہارتِ نفس پر منحصر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مطہر اور مقرب بندوں یعنی علمائے باطن کو خود قرآن کریم اور اس کے مطالب سکھاتا ہے۔ فرمایا انہی علمائے باطن میں سے حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں اسلام کی گراں قدر خدمت انجام دی تھی۔ مگر دوسرے بزرگانِ الٰہی کی طرح علمائے ظاہر کے نرغوں سے وہ بھی بچ نہیں سکے۔

حضور کی اس روح پرور مجلسِ علم و عرفان میں مختلف جماعتوں کے وہ دوست بھی موجود تھے جو حضور انور سے انفرادی طور پر ملاقات کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ حضور کی ملاقات اور آپ کے روح پرور کلمات سے مستفید ہونے کے بعد تمام احباب نے جن کی تعداد دو سو کے قریب تھی دوپہر کا کھانا کھایا۔ اور پھر حضور کی اقتداء میں ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کیں۔ یہاں جب بھی اور جتنے بھی احباب حضور سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے ہیں وہ حضور کے مہمان ہوتے ہیں۔ ان کے لئے سفر کی اس حالت میں بھی باقاعدہ چائے اور پھر کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے بعض دفعہ ایک ایک دن میں دو دو تین تین سو افراد نہ صرف حضور کی ملاقات، آپ کے شیریں کلمات اور قیمتی نصائح سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ بلکہ انہیں کھانے پینے کی خاطر خواہ سہولت بھی میسر آتی ہے۔ حضور کی زیرِ ہدایت مہمان نوازی کا یہ سلسلہ روزانہ جاری رہتا ہے۔ البتہ جمعہ اور اتوار کے دن اس میں اور بھی زیادہ وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

مورخہ ۱۷ ر وفا ظہر کی نماز میں برادرم مکرم عطاء الکریم صاحب شاہد مربی سلسلہ بھی موجود تھے۔ نماز کے بعد حضور انہیں جماعت کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ضروری ہدایات دیتے رہے حضور نے ضمناً یہ بھی فرمایا ہماری مخالفت ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ دنیا ہمیں اسّی سال سے گالیاں دیتی چلی آرہی ہے۔ بعض لوگوں نے ہمیں اور بھی کئی قسم کے دکھ اور ایذائیں پہنچانے کی اپنی سی کوشش کر دیکھی۔ مگر نتائج سب کے سامنے ہیں

فرمایا جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ اس کی غرض دنیا میں خدائے واحد کا نام بلند کرنا اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرنا ہے۔ یہ کسی کے روکنے سے رک نہیں سکتی اور کسی کے مٹانے سے مٹ نہیں سکتی۔ اس لئے دنیا کی مخالفت سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ البتہ [illegible] نقضِ امن کا خطرہ ہو روایاتِ اسلامیہ [illegible] اصل صورتِ حال کو ذمہ دار حکام کے علم [illegible] لانا ضروری ہے۔ کیونکہ امن و امان کو برقرار رکھنا [illegible] کی جان و مال کی حفاظت کرنا ان کا فرض [illegible]

عمارتوں کے ڈیزائن سے متعلق ہدایات

مکرم عبد الغنی رشدی صاحب آرکیٹیکٹ نے حضور کی خدمت بابرکت میں بعض مجوزہ عمارات بغرضِ ملاحظہ پیش کئے۔ یہ نقشے مجلس صحت کے زیرِ اہتمام ربوہ کو خوبصورت شہر بنانے کے سلسلہ میں مکرم سردار بشیر احمد صاحب نے تیار کئے تھے۔ حضور نے ان نقشوں کو دیکھ کر فرمایا ہمارے نزدیک کسی عمارت کا وہی ڈیزائن مناسب ہے جس کا ہر حصہ کار آمد اور مفید ہو اور جس کی تعمیر زیادہ سے زیادہ [illegible] اچھی مکان میسر آ سکتی ہو [illegible] کو بالعموم یہی ڈیزائن تیار کرنا [illegible]

شکل و صورت میں حسن و خوبی کا مرقع ہوں۔ اور جن کی افادیت سے کوئی شخص کسی بھی پہلو سے انکار نہ کر سکے۔

ربوہ کی طرف روانگی

مورخہ ۷ ظہور۔ سیدنا حضور ایدہ اللہ الودود مع حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا پونے چھ بجے صبح بذریعہ موٹر کار ربوہ کو روانہ ہوئے۔ مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب۔ محترم صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور مکرم عبد الحکیم صاحب اکمل پرائیویٹ سیکرٹری بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ آٹھ بجے اسلام آباد پہنچنے پر حضور مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی کوٹھی پہ تشریف لے گئے جہاں مکرم چوہدری احمد جان صاحب اور مکرم چوہدری عبد الحق صاحب ورک کی معیت میں بہت سے احباب حضور کے خیر مقدم کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضور نے حاضرین کو شرف مصافحہ بخشا۔ یہاں حضور نے قریباً دو گھنٹے قیام فرمایا اور ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد جب دوبارہ روانہ ہوئے تو اگلی منزل کھیوڑہ کی پہاڑی تھی۔ کوہستان نمک میں چند گھنٹے پہلے بارش ہو چکی تھی (مطلع ابر آلود تھا)۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ چنانچہ دو گھنٹے کی یہ مسافت بڑی پر لطف رہی۔ حضور جب کھیوڑہ کے ڈاک بنگلے میں پہنچنے پر کار سے نیچے اترے تو آپ کی طبیعت بہت ہشاش بشاش تھی۔ اسی روز ایک سکول کے دس بارہ بچے اپنے ایک استاد کی نگرانی میں اسی ڈاک بنگلے کے ایک حصے میں مقیم تھے۔ حضور بنفس نفیس ان سے ملنے تشریف لے گئے۔ ان کی خیریت دریافت فرمائی اور مزید براں کان نمک، سیاحت اور سیر کے قابل دید مقامات اور وہاں تک پہنچنے کے ذرائع کے متعلق ان کی رہنمائی فرماتے رہے۔ یہاں حضور نے دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ دیر تک آرام بھی کرنا تھا اس لئے ایک دن پہلے یہ ڈاک بنگلہ ریزرو کروایا تھا۔ مگر یہاں آ کر پتہ لگا کہ یہ بنگلہ پہلے سے کسی اور دوست کے نام الاٹ شدہ ہے اور وہ پہنچنے والے ہیں۔ یہ محکمانہ غلطی تھی مگر پھر بھی حضور انور نے یہ پسند نہ فرمایا کہ دوسرے آدمی کو تکلیف ہو۔ چنانچہ حضور نے دوپہر کے کھانے کے معاً بعد ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کروا کے پڑھائیں اور پھر دوبارہ روانہ ہو کر ساڑھے پانچ بجے ربوہ پہنچے۔ سفر کا یہ حصہ خاصا تکلیف دہ ثابت ہوا ایک تو شدید گرمی تھی دوسرے کھیوڑہ سے خوشاب تک سڑک انتہائی خراب تھی۔ سورج بھی سامنے پڑتا تھا۔ سفر کی کوفت اور پھر راستے بھر گرمی کی وجہ سے حضور کا ضعف اور چکروں کی پرانی تکلیف عود کر آئی۔ سیدنا حضور ایدہ اللہ نے جماعتی انتظام اور انعام کی خاطر یہ سفر اختیار فرمایا اور اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ صحت اچھی رہتی ہے یا نہیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ حضور جماعتی کاموں کو اپنے آرام پر ترجیح دیتے ہیں۔

ربوہ میں تین روز قیام

ربوہ میں حضور کا تین روزہ قیام گوناگوں مصروفیات کا حامل رہا۔ درس القرآن کے افتتاح کے متعلق حضور کا خطبہ جمعہ احباب پڑھ چکے ہیں دفتری ملاقاتوں کے علاوہ حضور نے اتوار کے دن احباب کو علالت طبع کے باوجود کئی گھنٹوں تک انفرادی طور پر ملاقات کا شرف بخشا۔

ایبٹ آباد کی طرف دوبارہ روانگی اور شیخوپورہ میں قیام

۱۲ ظہور بروز پیر صبح سویرے ایبٹ آباد کو واپسی تھی۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مع حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا صبح چھ بجے ربوہ سے روانہ ہوئے۔ اس دفعہ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ اور محترم صاحبزادہ مرزا مظہر احمد صاحب و مرزا عمر احمد صاحب سلمہ اللہ ابن مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بھی قافلہ میں شامل تھے۔ آٹھ بجے شیخوپورہ پہنچے حضور پہلے تھوڑی دیر کے لئے مکرم چوہدری مقبول احمد صاحب کے ہاں ٹھہرے اور پھر مکرم چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر جماعت احمدیہ شیخوپورہ کی کوٹھی پر تشریف لے گئے جہاں مقامی احباب نے مکرم چوہدری صاحب کی قیادت میں حضور کا استقبال کیا۔ اس موقع پر بعض غیر از جماعت معززین بھی موجود تھے۔ حضور نے سبھی حاضرین کو باری باری شرف مصافحہ بخشا اور پھر احباب کی معیت میں ناشتہ کیا۔ اسی دوران میں حضور احباب کو اپنے روح پرور کلمات اور زریں نصائح سے بھی نوازتے رہے۔

اشتراکیت مذہب کی ضد ہے

حضور نے فرمایا اشتراکیت ایک ایسا نظریہ ہے جس کی عمارت مذہب و روحانیت کی نفی پر استوار ہے۔ قرآن کریم نے جس زندہ خدا کو پیش کیا ہے اس کے زندہ معجزات اور نشانات پیش کر کے دہریوں کو اسلام کا قائل کیا جا سکتا ہے آسمانی تائید و نصرت چونکہ بالاتر عقل ہے اس لئے اس لئے اس کے سامنے وہ لاجواب ہیں۔

خدا تعالیٰ کی ہستی کا زندہ نشان

فرمایا اسے کوئی خوش فہمی نہ سمجھے یہ ایک حقیقت ہے لینن نے پہلی بار جب گوشہ گمنامی میں بیٹھ کر انقلاب روس کے متعلق سوچنا اور مشورہ کرنا شروع کیا تھا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا گیا کہ

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

چنانچہ اس پیشگوئی کے عین مطابق اشتراکی انقلاب کے نتیجہ میں زار کی بادشاہت عبرتناک خاتمہ پر منتج ہوئی اور اپنے پیچھے دنیا کے لئے بالعموم اور اپنے ملک کے لئے بالخصوص خدا تعالیٰ کی ہستی کا زندہ نشان چھوڑ گئی۔ دہریہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا خواہ کتنا ہی انکار کیوں نہ کریں وہ اس نشان کی صداقت سے انکار نہیں کر سکتے۔

لباس کے متعلق اسلام کی پرحکمت تعلیم

اسلام کے بعض پرحکمت احکام کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ لباس کے معاملے میں بلاوجہ تنگ نظری کا مظاہرہ دراصل اسلامی تعلیمات کی اصل روح سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ تمام اقوام کا کوئی نہ کوئی مخصوص لباس ہے چنانچہ اس حقیقت کے پیش نظر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دھوتی اور پاجامہ (تنگ اور ڈھیلا) کبھی پگڑی اور ٹوپی اور کبھی رومال اور عقال پہن کر لباس کے معاملے میں تنوع پیدا کر دیا۔ تاکہ بعد میں آنے والے کسی ایک لباس کے مذہباً پابند نہ ہو جائیں بلکہ مختلف ملکوں اور زمانوں میں جو بھی لباس میسر آئے پہن لیں۔ اس لئے کسی ایک چیز مثلاً پتلون کے پہننے کے خلاف فتوے صادر کرنا ایک منفی انداز فکر ہے۔ اس قسم کی تنگ نظری اسلام کی اصل روح اور اس کی عالمگیر حیثیت کے سراسر خلاف ہے

شیخوپورہ میں حضور نے پونے دو گھنٹے تک قیام فرمایا۔ یہاں سے روانہ ہو کر ساڑھے ایک بجے حضور جہلم پہنچے۔ اور چیپ بورڈ فیکٹری میں محترم صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ حضور اور حضور کے جملہ خدام کے لئے دوپہر کے کھانے کا انتظام محترم میاں صاحب نے اپنی کوٹھی پر کیا ہوا تھا۔ یہاں سے حضور چار بجے روانہ ہوئے ایک گھنٹے کے لئے اسلام آباد میں محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی کوٹھی پر ٹھہرے۔ اور پھر پونے دس بجے رات بخیریت ایبٹ آباد پہنچے الحمد للہ

فتنہ و فساد اسلامی شریعت کے خلاف ہے

نماز جمعہ حضور نے اپنی رہائش گاہ پر پڑھائی اور نماز سے قبل خطبہ جمعہ میں آپ نے فرمایا گھیراؤ جلاؤ توڑ پھوڑ اور ماریٹ دنیا کا ایک معمول بن چکا ہے۔ اس قسم کا رجحان اسلامی شریعت اور انسان کی فطرت صحیحہ کے خلاف ہے اس سے صرف ملکی مفاد پر ہی زد نہیں پڑتی بلکہ مزدور کی اپنی فلاح و بہبود بھی متاثر ہوتی ہے۔ کیونکہ جب ہنگامہ آرائی کے نتیجہ میں کارخانے بند ہو جائیں گے پیداوار رک جائے گی تو ظاہر ہے کہ مزدور کا معیار زندگی بہتر نہیں ہو سکے گا۔ مفسد اور مصلح کی تشریح کرتے ہوئے حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ وہ فتنہ و فساد کو پسند نہیں فرماتا اللہ تعالیٰ انسان کو ان تباہ کن راہوں سے بچنے کی نصیحت فرماتا ہے تاکہ انسان کی خداداد صلاحیتیں جن پر اس کی اپنی ترقی کا دارومدار ہے وہ ضائع نہ ہوں۔ فرمایا یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کو نہیں مانتے وہ تو خدا تعالیٰ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے امن اور آشتی کی فضا میں دن بدن ترقی کر رہے ہیں لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں وہ اس نصیحت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ وہ اپنی اصلاح احوال اور دیرپا خوشحالی کے لئے اس نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے ہنگامہ آرائی پر اتر آتے ہیں۔ جس سے حالات سدھرنے تو کیا اور زیادہ بگڑ جاتے ہیں۔

حضرت خان محی الدین خان صاحب مرحوم آف بھنجاپور ضلع کٹک اڑیسہ

محی الدین خان صاحب مرحوم بھنجاپور کے اکیلے تعلیم یافتہ احمدی نوجوان تھے۔ خلافت ثانیہ کے ابتدائی زمانہ میں میرے والد حضرت مولوی سید نیاز حسین صاحب رضی اللہ عنہ جو کالاہینڈی میں اتالیقی کے سلسلہ میں مقیم تھے کسی کام سے بھنجاپور گئے اتفاق سے محترم محی الدین خان صاحب سے روشناسی ہوئی۔ انہیں پیغام احمدیت پہنچا کر سلسلہ کی کتابیں اور اخبارات دے آئے اور دوبارہ بھی ان کی تلقین کر آئے۔ والد مرحوم جب اپنے مکان سونگڑہ تشریف لائے تو اس کا ذکر اپنے ہمشیرہ زادہ حضرت مولوی احمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ سے بھی کیا۔ اور انہیں تحریک فرمائی کہ آپ بھی محی الدین خان صاحب سے مل کر انہیں احمدیت سے روشناس کرائیں۔ چنانچہ وہ محی الدین خان صاحب سے ملے اور کئی دنوں تک تبادلہ خیالات جاری رہا۔ چونکہ خان صاحب کی طبیعت میں نیکی رشد اور سعادت تھی۔ انہیں شرح صدر ہو گیا اور قبول احمدیت کے لئے تیار ہو گئے۔ قبول احمدیت کے بعد اپنے احمدی بھائیوں سے ملنے کی تڑپ ہوتی۔ چنانچہ دیوانہ وار ۲۲ میل کی مسافت طے کر کے سونگڑہ میں جمعہ اور عیدین اور تعطیلات کے مواقع پر آتے اور اپنے بھائیوں سے مل کر خوش ہوتے۔ ہفتوں قیام کے بعد اپنے علاقہ میں جا کر تبلیغ کرتے۔ شروع شروع میں لوگوں کی توجہ نہ ہوئی لیکن بعد میں بڑی مخالفت ہوئی ماریں بھی کھائیں مگر تبلیغ جاری رکھی۔

مرحوم جفاکش اور شگفتہ دل تھے اور غیور احمدی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دینی امور میں عمدہ فراست عطا فرمائی تھی۔ جرأت اور دلیری سے پیغام حق پہنچانا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ قبول احمدیت کی وجہ سے عمر بھر مخالفت کا سامنا کرتے ہوئے تبلیغ جاری رکھی میرے قیام بھنجاپور کے عرصہ میں روزانہ بلاناغہ میرے پاس آتے اور موضوع گفتگو احمدیت رہتا جس سے دلی سکون پاتے۔ مگر افسوس کہ مرحوم کی وفات میری غیر حاضری میں ہوئی۔ مرحوم کے والد نے تجہیز و تکفین کی۔ اور چند آدمیوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔

خاکسار سید غلام احمد احمدی
سابق امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ اڑیسہ

قسط آخری

اسلامی احمدی توحید کا اثبات

پادری عبد الحق صاحب کی کتاب "اثبات تثلیث" کے خیالی منطقی اعتراضات کا ابطال

از مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی نائب ناظر تالیف و تصنیف قادیان

پادریوں کی طرف سے اخفاء حق

میں اپنا مضمون لکھ کر دے چکا تھا اور اس کی ایک قسط اخبار میں نکل چکی تھی کہ مورخہ ۲۹ ہجرت کو مجھے لائبریری سے ایک کتاب "تنقیح مباحثہ" ملی جو پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور نے ۱۸۹۰ء میں شائع کی تھی جو پادری جی ایل ٹھاکرداس کی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں پادری صاحب موصوف نے جنگ مقدس نامی اس مباحثہ پر اپنی طرف سے تنقیح کی ہے جو ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب مسیحی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درمیان ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر ہوا تھا۔ مگر ان کی تنقیح بھی آتھم صاحب کے جواب کی طرح بیکار ہے۔ ملاحظہ ہو اس کی تفصیل۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس میں ابطال الوہیت وابنیت مسیح کے لئے یوحنا ۱۰: ۳۳ تا ۳۶ کو پیش کر کے اپنا استدلال یوں تحریر فرمایا تھا کہ

"ہر ایک منصف اور ہر ایک منذین سمجھ سکتا ہے کہ یہودیوں کا یہ اعتراض تھا کہ انہوں نے باپ کا لفظ سن کر اور یہ کہ میں اور باپ ایک ہیں یہ خیال کر لیا کہ یہ اپنے تئیں خدا تعالیٰ کا حقیقی طور پر بیٹا قرار دیتا ہے تو اس کے جواب میں حضرت مسیح نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ مجھ میں کوئی زیادہ بات نہیں ہے۔ دیکھو تمہارے حق میں خدا کا اطلاق ہوا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام درحقیقت اپنے تئیں ابن اللہ جانتے اور حقیقی طور پر اپنے تئیں خدا کا بیٹا تصور کرتے تو اس بحث اور پرخاش کے وقت میں جب یہودیوں نے ان پر الزام لگایا تھا مردِ میدان ہو کر صاف اور کھلے طور پر کہہ دیتے کہ میں درحقیقت ابن اللہ ہوں اور حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کا بیٹا ہوں۔ بھلا یہ کیا جواب تھا کہ اگر میں اپنے تئیں بیٹا قرار دیتا ہوں تو تمہیں بھی تو خدا کہا گیا ہے۔ ... غرضیکہ یہ مقام انجیل شریف کے تمام مقامات اور بائیبل کی تمام پیشگوئیوں کو حل کرنے والا ہے۔ اور بطور ان کی تفسیر کے ہے۔ مگر اس کے لئے جو ذرا سا ڈرتا ہے:"

(تنقیح مباحثہ صفحہ ۳۳)

پادری ٹھاکرداس صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ "ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب نے مرزا صاحب کی نادلیل (نہیں بلکہ دلیل۔ ناقل) کی تردید نہیں کی" (ایضاً صفحہ ۳۴)

لہٰذا پادری ٹھاکرداس صاحب اپنی مزعومہ دلیل یوں پیش فرماتے ہیں کہ

"اس مقام میں یعنی یوحنا ۱۰: ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ میں مسیح نے اور لوگوں کے اللہ کہے جانے اور اپنے ابن اللہ ہونے میں بڑا فرق بتلایا ہے یعنی وہ جن کے پاس خدا کا کلام آیا ان کو اللہ کہا ہے مگر میں اپنے تئیں ابن اللہ کہتا ہوں۔ اس لئے کہ خدا نے مجھے مخصوص کیا۔ یعنی خاص کام کے لئے پاک کیا اور جہان میں بھیجا (لوقا ۱: ۲۵) اور اس فرمودہ سے مسیح نے ظاہر کیا کہ وہ حقیقت میں خدا کا بیٹا ہے اور اسی خصوصیت کے سبب اپنے تئیں ابن اللہ کہنے کا زیادہ تر مستحق ہوں۔ بہ نسبت ان لوگوں کے جن کے پاس خدا کا کلام آیا اور وے اللہ کہے گئے" (تنقیح مباحثہ صفحہ ۳۵)

گویا پادری صاحب کے نزدیک مسیح خاص کام کے لئے آئے تھے اس لئے ابن اللہ کہلائے مگر دوسرے لوگ خاص کام کے لئے نہ آئے تھے وہ خدا کہلائے نہ کہ ابن اللہ۔ لیکن پادری صاحب کا یہ جواب بھی واقعہ کے خلاف ہے کیونکہ مسیح نے یوحنا والے جواب میں اپنے آپ کو دیگر خداؤں ہی کی طرح قرار دیا ہے۔ دوم ان دوسروں کو خدا ہی نہیں کہا گیا بلکہ خدا کے ساتھ ان کو خدا کے فرزند و بیٹے بھی کہا گیا ہے۔ ہم وہ حوالہ پھر نقل کر دیتے ہیں جس کی طرف مسیح نے اشارہ فرما کر اپنے آپ کو ان کے برابر ابن اللہ ٹھہرایا ہے۔ لکھا ہے:۔

الف۔ "میں نے کہا کہ تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو"

(زبور ۸۲/۶)

ب۔ "تم اپنے خدا کے فرزند ہو"

(توریت استثناء ۱۴/۱)

ان دونوں حوالوں میں دوسروں کو خدا کے علاوہ فرزند و بیٹے بھی کہا گیا ہے۔ پس جب وہ بھی ابن اللہ اور مسیح بھی ابن اللہ ٹھہرے تو فرق کہاں رہا۔ پس نہ تو وہ حقیقی بیٹے ہیں اور نہ ہی مسیح حقیقی بیٹا ہے۔ مسیح نے یہ مثالیں پیش کر کے اپنے آپ کو حقیقی ابنیت کے دعوے سے بری قرار دیا ہے۔ پادری ٹھاکرداس صاحب نے عبد اللہ آتھم کے جواب کو بیکار قرار دے کر خود بھی بیکار و خلاف واقعہ جواب دے کر دھوکا کا ارتکاب کیا ہے۔ دوسروں کے لئے خدا کا لفظ تو لے لیا مگر بیٹے یا فرزند کا لفظ چھپا لیا یہ ہے پادری ٹھاکرداس صاحب کی ایمانداری و دیانتداری۔ پادری صاحب نے خدا و ابن اللہ کے لفظوں میں فرق دکھلانے کی کوشش کی حالانکہ وہ خدا و ابن دونوں کو ایک ہی مانتے ہیں۔

دوم۔ دوسری بات حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ تحریر فرمائی کہ مسیح کو چاہیئے تھا کہ اپنی خدائی کا ثبوت دینے کے لئے یہ جواب دیتے کہ

"میں واقعی طور پر خدا تعالیٰ کا بیٹا ہوں اور اس دعوے کو ثابت کرنے کیلئے میرے پاس دو ثبوت ہیں۔ ایک یہ کہ تمہاری کتابوں میں میری نسبت لکھا ہے کہ مسیح درحقیقت خدا تعالیٰ کا بیٹا ہے بلکہ خود خدا ہے ...."

(تنقیح مباحثہ صفحہ ۳۷)

اس کے جواب میں پادری صاحب نے بعض سابقہ پیشگوئیوں کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بغیر عبارت نقل کرنے کے ایک پیشگوئی کا صرف حوالہ "طالمود ترجمہ انگریزی بارکلی صاحب دیباچہ صفحہ ۳۶-۳۸" دیا ہے

(تنقیح مباحثہ صفحہ ۱۹)

اس طرح پادری ٹھاکرداس صاحب نے طالمود بارکلے انگریزی کے درسانی صفحہ ۳۷ کی حسب ذیل پیشگوئی کو نظر انداز کر کے اخفاء حق سے کام لیا ہے کہ

It is also said that He (The Messiah) shall die and his Kingdom descend to his son and grandson

یہ بھی روایت ہے کہ مسیح موعود کے بعد اس کی (روحانی) سلطنت اس کے بیٹے اور پھر پوتے کے سپرد کی جائے گی۔ اس کے لئے طالمود میں یسعیاہ ۴۲ باب کی پیشگوئی کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اب اگر اس پیشگوئی کو مسیح ناصری کے متعلق قرار دیا جائے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ عیسائی بھائیوں کا خدا آ کر بیوی کرے گا۔ اس کے اولاد بیٹے پوتے ہوں گے۔ ان کا خدا دوبارہ مرے گا۔ اس موت فوت کے نتیجہ میں اس کی سلطنت کا ورثہ منتقل ہوتا رہے گا۔ اور خود خدا آپ دوبارہ زندہ نہ ہو گا بلکہ اس کا خداؤں کا خاندان نسلاً بعد نسل جاری رہے گا۔ حالانکہ پادری صاحبان فرماتے ہیں کہ ان کا خدا ایک ہی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس پیشگوئی کا مصداق مسیح ناصری ہرگز نہیں بلکہ ان سے الگ ان کا مثیل مراد ہے جو شادی کرے گا اور اس کا خاص بیٹا و پوتا ہو گا۔ وہ یکے بعد دیگرے اس کی خلافت کے وارث ہوں گے چنانچہ یہ پیشگوئی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح ثانی اور آپ کے بیٹے و پوتے کی خلافت کے ذریعہ سے پوری ہو چکی ہے اور پادری صاحبان بھول بھلیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس پیشگوئی کے پورا ہو جانے کے بعد بھی ان کو اس کی حقیقت سمجھنا مشکل ہو رہی ہے ان کی ان پیشگوئیوں نے بھی ان کی تثلیث کو باطل بنا رکھا ہے کیونکہ تین کیا یہاں تو خداؤں کا خاندان ہے جس کا سلسلہ نامعلوم کب تک چلتا چلا جائے گا۔ اور وہ موت فوت کا بھی شکار ہوتا رہے گا۔ میں نے ایک دفعہ مسیحی رسالہ تجلی کے سابق ایڈیٹر طالب صاحب شاہ آبادی سے دریافت کیا کہ تثلیث کے باوجود اگر مسیحیوں کا خدا ایک ہی ہے اور جو خدا ہے وہی بیٹا و روح القدس ہے تو جب وہ صلیب پر مر گیا تھا تو اسے زندہ کس نے کیا تھا لیکن وہ کچھ جواب نہ دے سکے شاید پادری برکت اللہ صاحب ایم اے یا پادری عبد الحق صاحب اس کا کچھ جواب دے سکیں۔ دیدہ باید

اس جگہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ پادری صاحبان کا یہ دعوے ہے کہ سابقہ صحیفوں کی پیشگوئیاں یہود کے نزدیک بھی سب کی سب مسیح ناصری کی بابت تھیں اور وہ تسلیم کرتے تھے کہ مسیح یزداہ یعنی خدا ہو گا۔ مگر ان پیشگوئیوں کی حقیقت طالمود برسلے صفحہ ۳۷ کے مذکورہ اقتباس نے ظاہر کر دی ہے۔ کیونکہ وہ مسیح ناصری کے وجود میں پوری نہیں ہوئی اور عیسائیوں کے مسلمات کی رو سے نہ آئندہ ان کے وجود میں پوری ہو سکتی ہے اس سے صاف عیاں ہے کہ سابقہ پیشگوئیاں ساری کی ساری صرف مسیح ناصری ہی کے متعلق نہیں بلکہ ان میں سے صرف بعض کا تعلق ان سے تھا اور بہت سی پیشگوئیاں ان کے علاوہ دیگر مسیحوں دو موعودوں کے متعلق تھیں ... بانی اسلام علیہ السلام اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام۔ بائیبل کے پیشگوئی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح یا المسیح موعود ... نبی

اخوت اور وحدت کی اسلامی تعلیم اور اہلِ اسلام کیلئے لمحۂ فکریہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اہم الوداعی خطبہ

از مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر فاضل

سنہ ۱۰ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا تو عرب کے اکناف و اطراف میں یہ اطلاع کر دی گئی کہ حضور پُر نور اس سال حج کے لئے بنفسِ نفیس تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس خوشکن اطلاع اور اعلان کے سنتے ہی ہر طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم والہانہ انداز میں بے تابانہ ہو کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس اطلاع کے بھجوانے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایماء تھا کیونکہ آپؐ کو وحی ربانی سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہ حج آپؐ کا آخری حج ہوگا اور یہ کہ اب آپؐ کی وفات قریب ہے۔

اس موقعہ پر جمع ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی مجموعی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ اور ان سب کے قلوب آستانۂ الٰہی پر جھکے ہوئے تھے اور ان کی زبانوں پر ذکرِ الٰہی کے کلماتِ مبارکہ تھے۔ یہ قافلہ مکہ معظمہ کی بالائی طرف سے داخل ہوتا ہے اور سب سے پہلے کعبۃ اللہ کا طواف کرتا ہے۔ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر جا کر نعرہ ہائے تکبیر و تحمید بلند کرتا ہے۔ ۴ ذوالحجہ کو آپ مکہ معظمہ میں وارد فرما ہوئے اور لوگوں کو مناسک حج سکھانے کے بعد عرفات کے مقام پر آپؐ نے اپنی مشہور اونٹنی قصواء پر ایک خطبہ پڑھا جسے تاریخی اصطلاح میں خطبہ حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ تمام مسلمانوں کو خطبہ سنانے کے لئے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بلند آواز والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقرر تھے جو آپؐ کی مبارک آواز کو دوسروں تک پہنچاتے تھے۔

یہ خطبہ کیا ہے۔ یہ عالمی اخوت اور اور وحدتِ اسلامی کی تلقین پر مشتمل ہے۔ علاقائی اور لسانی عصبیت کے خلاف آواز ہے۔ تقویٰ کی تلقین ہے۔ مساوات اور جان و مال کی حفاظت اور صنفِ نازک کے حقوق کے متعلق زریں ارشادات اس میں مذکور ہیں اور اجتماعی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے ایک کامیاب گُر ہے۔ بدامنی اور انتشار کو روکنے کے لئے تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ خود زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو کے زریں نظریہ کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ خطبہ امنِ عالم کا چارٹر ہے۔

—— ۲ ——

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

اَیُّھَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا
مِنِّیْ اُبَیِّنْ لَکُمْ فَ اِنِّیْ
لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاکُمْ
بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا

اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سنو کیونکہ مجھے علم نہیں کہ اس سال کے بعد کبھی بھی میں تم لوگوں کے درمیان اس میدان میں کھڑے ہو کر کوئی تقریر کروں گا۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا تمہاری جانوں اور مالوں کو خدا تعالےٰ نے ایک دوسرے کے حملہ سے قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ نیز حضور نے وراثت، عورتوں، جنگی قیدیوں سے متعلق نصائح فرمائیں۔ اس کے بعد فرمایا:۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ
وَاحِدٌ وَّ اِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ
اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی
عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی
عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی
اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی
اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی

(مسند احمد بن حنبل)

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ پس ہوشیار ہو کر سنو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت حاصل ہے اسی طرح گورے رنگ والوں کو کالے رنگ والوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کالے لوگوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے۔ ہاں ان میں سے جو بھی اپنی نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے آگے نکل جائے وہی افضل ہے۔

اس خطبہ کے اختتام پر فرمایا:۔

یہ باتیں جو میں آج کہتا ہوں ان کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دو کیونکہ ممکن ہے کہ جو لوگ آج مجھ سے سن رہے ہیں ان کی نسبت وہ لوگ ان پر زیادہ عمل کریں جو مجھ سے نہیں سن رہے۔ آپ کے اس قول کا یہ مطلب بھی ہے کہ آپ کے اس آخری پیغام کی اشاعت نسلاً بعد نسلٍ ہوتی رہے تا اخوتِ اسلامیہ اور وحدتِ اسلامی کا اجیار ہمیشہ جاری و ساری رہے۔

حریت و مساوات کا یہ جذبہ صرف اور صرف اسلام نے ہی قائم کیا ہے اور ایسے رنگ میں قائم کیا ہے کہ آج تک بھی دنیا کی دوسری قومیں اس کی مثال قائم نہیں کر سکتیں۔ حضورؐ کا یہ خطبہ آج ہماری مشکلات کا علاج ہے اور اس کا ایک ایک لفظ ہمارے معاشرہ کے لئے تبدیلی اور تشجیع کی حیثیت رکھتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا یہ درست ہے کہ لوگ قبیلوں اور قوموں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور بعض قبیلے اور اقوام دوسرے قبیلوں اور اقوام سے مال و دولت اثر و رسوخ یا کسی اور وجہ سے آگے ہیں۔ لیکن قبیلوں اور گروہوں میں تقسیم ہونا کسی فضیلت کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اصل میں تمام انسان ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ قومیں اور نسلیں تو صرف امتیاز اور پہچان کے لئے ہیں۔ جو ان کو تفاخر اور بڑائی کا موجب بناتا ہے وہ میری تعلیم کے خلاف عمل کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی سے محروم ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ
مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ
شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

(الحجرات)

"اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ الوداعی خطبہ اتنا واضح ہے کہ ہر انسان اسے بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ حضورؐ نے اس میں انسانی معاشرے میں امن کے قیام کے لئے ایسے اصول بیان فرما دیئے ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو امن و امان کی یقینی ضمانت دی جا سکتی ہے۔

حضور سرورِ کائنات اور ختم المرسلین کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا درست اور صحیح طریق یہی ہے کہ ہم اپنے معاشرہ کو ہر قسم کے استحصال اور ظلم سے پاک کریں اور لسانی قومی اور قبائلی تعصب اور تفوق کو خیرباد کہہ دیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ان معاشرتی اصول پر چلیں جن کی نشاندہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق بخشے۔

اعلان نکاح

مورخہ ۱۳ ظہور (اگست) مکرم محمد عبدالمجید صاحب آف عثمان آباد (مہاراشٹر) کی بیٹی عزیزہ ناصرہ بیگم کے نکاح کا اعلان بعوض پانچ صد اکاون (۵۵۱) روپیہ مہر عزیز چوہدری محمد یوسف صاحب کمال ابن مکرم چوہدری محمد یعقوب صاحب آف گاندھی دھام علاقہ کچھ کے ساتھ ہوا۔

تقریب نکاح عثمان آباد کے محلہ کھڑک پورہ کی ایک غیر احمدی مسجد میں منعقد ہوئی۔ جس میں احمدی احباب کے علاوہ چار صد کے قریب غیر احمدی مسلمانوں نے بھی شرکت فرمائی۔ خاکسار نے خطبۂ نکاح میں اسلامی تعلیم کی روشنی میں حقوق و فرائض زوجین بیان کئے۔ نیز دعا کی اہمیت و ضرورت اور اس کے فلسفہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور احسن رنگ میں احمدیت کا تعارف بھی کرایا۔ حاضرین نہایت دلچسپی سے اور توجہ کے ساتھ ایک گھنٹہ تک خطبہ کو سماعت فرماتے رہے۔ اس موقعہ پر جانبین نے اعانت بدر کی مد میں ۱۰، ۱۰ روپیہ اور شکرانہ فنڈ ۱۰ روپے ادا کئے۔ بزرگان سلسلہ و احباب کرام سے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے درخواستِ دعا ہے۔

خاکسار عبدالحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ حیدرآباد دکن

ولادت

الحمد للہ۔ اللہ تعالےٰ نے مکرم محمود احمد صاحب ابن مکرم سیٹھ فاضل الٰہ دین صاحب آف سکندرآباد مقیم پشاور کو تین لڑکیوں کے بعد ۲۰ اگست ۱۹۷۲ء کو پہلا لڑکا عطا فرمایا ہے۔ نومولود جناب سیٹھ علی محمد الٰہ دین صاحب کا نواسہ اور حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب کا پڑنواسہ ہے۔ زچہ و بچہ کی صحت و تندرستی کے لئے درخواستِ دعا ہے۔ اس خوشی میں بیگم صاحبہ فاضل الٰہ دین صاحب اور بیگم صاحبہ سیٹھ علی محمد الٰہ دین صاحب نے پانچ پانچ روپے اعانت بدر میں اور پانچ پانچ روپے شکرانہ فنڈ میں دیئے ہیں۔ خاکسار بشیر الدین الٰہ دین سیکرٹری تبلیغ سکندرآباد

تحریکِ احمدیّت — میری نظر میں

از جناب سوامی آتما وچارم صاحب ایم اے

مضمون نگار نے مذکورہ عنوان پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق بعد تحقیق ایک مضمون انگریزی زبان میں تحریر فرما کر سہ ماہی رسالہ "منارث" کی جون تا اگست ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں شائع فرمایا تھا جس کا ملیالم ترجمہ ماہنامہ "ستیادوتن" میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ جناب سوامی جی نے کالیکٹ میں منعقدہ جلسہ پیشوایانِ مذاہب کو مخاطب کرتے ہوئے بھی جماعتِ احمدیہ اور اس کی امن بخش تعلیم اور سرگرمیوں کو بہت سراہا تھا
مترجم محمد عمر مبلغ انچارج سلسلہ عالیہ احمدیہ مدراس

نومبر ۱۹۳۵ء کے ماڈرن ریویو Modern Review میں پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنے ایک مضمون بعنوان The solidarity of Islam میں تحریکِ احمدیت کو Tried to put new garments in the ancient truth یعنی پرانی سچائی کو نئے لباس پہنانے کی کوشش سے تعبیر فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سلسلہ اکثر مسلمانوں کے تعصب اور غضب کا مورد بنا ہوا ہے تحریکِ احمدیت کی اسی جدت کی وجہ سے ہی سر محمد اقبال نے اسے ۳۷ سال قبل "قادیانی خطرہ" سے موسوم کیا تھا۔

اب حال ہی میں یہاں (کیرالہ) کے ایک مشہور مسلم روزنامہ "چندریکا" نے اپنے ایک نیو کالم کے مضمون میں تحریر کیا تھا کہ اگر خاوند احمدیت کو قبول کرے تو اس کی بیوی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے (ملاحظہ ہو چندریکا ۲ر دسمبر ۱۹۷۱ء)

گویا آج بھی احمدی حضرات اسلام کے لئے "ایک خطرہ" تصور کئے جا رہے ہیں۔ میں مذاہب کے ایک محقق اور متعلم کی حیثیت سے ایک ایسی جماعت کو، جو بے انتہا مخلص اور خلوص رکھنے والی ہے مرتد اور خارج از اسلام قرار دئے جانے کی وجہ تلاش کرنا چاہتا تھا۔

میں جماعتِ احمدیہ کینانور (مالابار) کا بیحد مشکور و ممنون ہوں کہ جنہوں نے مجھے اس سلسلہ میں مکمل تحقیق کرنے اور غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے کے لئے اپنی مسجد میں چند روز ٹھہرنے اور اپنی لائبریری اور دارالمطالعہ سے پورا فائدہ اٹھانے کے مواقع بہم پہنچائے۔

احمدیوں سے کی جانے والی بحث و مباحثہ میں احمدیوں اور دیگر مسلمانوں کے مابین ہی اعتقادی تصادم نہیں ہے بلکہ عیسائی اور ہندو مذاہب کے تعلق میں بھی ان کے نظریات اور خیالات میں تنازع پایا جاتا ہے۔

دیگر مذاہب کے بارے میں ان کی مخلصانہ تحقیقات پر میں انہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ایمانیات اور اعتقادات کے متعلق ان کا خلوص بھی قابلِ تعریف ہے۔ پہلی نظر میں ناقابلِ یقین ہی کیوں نہ معلوم ہوں یہ اپنے عقائد اور نظریات کو ثابت کرنے کے لئے اپنے لٹریچروں میں بے شمار دلائل و براہین نہایت محققانہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔

احمدی حضرات کئی دفعہ عدالتوں میں لے جائے گئے تھے اور وہاں اسلام میں ان کی عقیدت کے بارے میں سوال کئے جاتے رہے تھے۔ حال ہی میں کیرلہ ہائی کورٹ کا ایک فیصلہ (K.L.T. 68) سب کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ اپنے فیصلہ میں فاضل جج جسٹس وی آر کرشن ایّر یوں فرماتے ہیں:—

"مذاہب اور عقاید کے بارے میں صرف عقل کی کسوٹی پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی دنیاوی عدالتیں کسی نتیجہ یا فیصلہ پر پہنچ سکتی ہیں باوجود اس کے ملک کے قوانین جو عوام و خواص کو ایک ہی سلک میں منسلک کرنے والے ہیں بعض پابندیاں عاید کرتے ہیں

احمدی لوگ جب اس بات پر قسم کھاتے ہیں کہ ان کا ایمان وحدہٗ لاشریک خدا پر ہے تو انہیں خارج از اسلام نہیں قرار دیا جا سکتا۔

محمد نبی (صلعم) کے بعد آنے والے ایک پیغمبر کے بارے میں قرآن کریم کی ۶۱ ویں سورت کی ۷ ویں آیت میں پیشگوئی پائی جاتی ہے اور احمدیوں کا یہ دعوے ہے کہ یہ پیشگوئی حضرت احمد کے ذریعہ پوری ہوئی ہے۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت احمدؑ نے اپنے تمام دعاوی کی بنیاد قرآن کریم پر ہی رکھی ہے جو کلامِ الٰہی ہے۔

سر محمد ظفر اللہ خاں (صاحب) جو ایک عالم و فاضل قانون دان Eminent Jurist ہیں اور جو انڈین فیڈرل کورٹ کے ایک ممتاز جج رہ چکے ہیں اور اب ہیگ کی انٹرنیشنل کورٹ کے صدر ہیں اور خود بھی ایک احمدی ہیں ایک موقع پر دو احمدیوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دئے جانے کے مقدمہ کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اس وقت کا یہ فیصلہ ہے کہ "احمدی بھی مسلمانوں میں سے ہی ایک فرقہ ہے۔ عقاید کے لحاظ سے عام مسلمانوں سے بعض اختلافِ رائے کی بناء پر انہیں غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ مسلمانوں کی ہی ترقی پذیر اور اصلاح یافتہ جماعت Only a reformed sect of Muhammad(ans) زمانہ بدل رہا ہے اور ساتھ ہی انسان جسمانی و روحانی لحاظ سے ترقی کرتا ہوا تمدنی سماجی، تہذیبی و تمدنی نظام تعمیر کرتا جا رہا ہے۔

بہرحال احمدی لوگ اسلام ہی کا ایک فرقہ ہے اور ان کا شمار خارج از اسلام اور غیر مسلموں میں نہیں کیا جا سکتا"

جب میں جماعتِ احمدیہ کینانور کی لائبریری اور دارالمطالعہ میں مصروف تھا تو میں کئی گرما گرم مسائل جیسے یسوع مسیح کہاں فوت ہوئے؟ مہاراج کرشن ایک پیغمبر تھے، وغیرہ۔ کا حل ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔

پہلا مسئلہ یہودی عیسائی اور اسلام سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور یہ جماعت اس بات کو ثابت کرنے کے لئے انتھک کوشش کر رہی ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ بیہوشی کی حالت میں صلیب پر سے نیچے اتار دئے گئے تھے۔ اس کے بعد اپنی آمد کی غرض (رسالت) کی تکمیل تک اس زمین پر زندہ رہے اور بالآخر اپنی ۱۲۰ ویں سال کی عمر میں کشمیر کے شہر سری نگر میں طبعی موت کے شکار ہو گئے۔ ماہ مئی ۱۹۶۲ء کے ہندوستانی اخبارات میں یہ خبر سرگرم تھی کہ حکومتِ کشمیر نے قبرِ مسیح کے سلسلہ میں تحقیقات کرنے کے لئے ۱۵ ہزار روپیہ کی رقم منظور کی تھی۔

حضرت مرزا غلام احمد القادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بانی جماعت احمدیہ کو اس بات کا اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے مختلف ناقابلِ تردید انکشافات اور تاریخی شواہد سے یسوع مسیح کے زندہ آسمان پر چلے جانے کے عقیدے کا قلع قمع کر دیا۔ اور یہ ثابت فرمایا کہ مسیح ناصری (یسوع مسیح) واقعۂ صلیب کے بعد ہندوستان آئے تھے اور سری نگر کشمیر میں آکر وفات پا گئے تھے۔ محلہ خانیار میں آج بھی ان کی قبر کی زیارت کی جا سکتی ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ جب ان کے جسم کو صلیب پر سے اتار دیا گیا تھا تو اس وقت وہ بے ہوش تھے ان کے شاگردوں نے نہایت محبت و عقیدت سے ان کی خدمت اور تیمارداری کی۔ ان کے جسم کے زخموں پر مختلف مرہم لگائے گئے تھے جس کے نتیجہ میں وہ کامل طور پر صحتیاب ہو گئے۔ تیسرے دن جب وہ اس قابل ہو گئے کہ قبر نما غار سے (جہاں وہ زیرِ علاج تھے) باہر نکلے تو انہوں نے فلسطین سے ہجرت کی اور بنی اسرائیلی قبیلوں میں سے ہوتے ہوئے بالآخر ہندوستان تشریف لے گئے۔ یسوع مسیح کے متعلق یہ معلومات میں نے مندرجہ ذیل کتب سے اخذ کی ہیں اور ان کتب کے مصنفوں کا میں بیحد ممنون و مشکور ہوں۔

۱۔ حضرت احمد کی Jesus in India
۲۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس کی Where did Jesus die
۳۔ صوفی ایم آر بنگالی کی The tomb of Jesus
۴۔ الیس ناصر احمد صاحب کی Jesus in the Quran
۵۔ اور خواجہ نذیر احمد صاحب کی Jesus in heaven on earth

ڈیرہ دون سے نکلنے والے اخبار (۱) Frontier Mail میں مسٹر برہم دت کے مضمون کا ذیل کا حصہ بھی قابلِ التفات ہے:—

"چالیس سال پیشتر بانیٔ سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب نے مسلمانوں سے گئو ہتیا ترک کرنے اور ہندوؤں سے مسلمانوں کے پیشواؤں کو برا بھلا کہنے سے باز آنے کی تلقین فرمائی تھی۔ اس پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری اخوت اور محبت کی روح پیدا ہو۔ بیشک آپ کی شخصیت لائقِ تحسین اور قابلِ قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبلِ بعید کے کثیف پردے میں سے دیکھا اور صحیح راستہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔"

(فرنٹیر میل ۱۲/۴ ...)

احمدیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ گورو نانک جی ہندوؤں کے لئے ایک نعمت کے طور پر

مبعوث ہوئے تھے۔ آپ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان صلح اور مفاہمت پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہے۔

سری کرشن جی کا یہ دعوےٰ ہے کہ مجھے خدا کی طرف سے الہامات ہوتے ہیں اور کلام الٰہی سے میں مشرف ہوں۔ اس کی روشنی میں احمدیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ شری کرشن جی اپنے زمانہ کے پیغمبر اور مامور من اللہ تھے اور خدا نے اپنے مقدس کلام سے آپ کو نوازا تھا اس لئے ان کے قلوب میں آپ کے بارے میں عزت و احترام کے جذبات پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح احمدیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح خدا کے ایک سچے پیغمبر تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ نیکی اور پاکیزگی کا مجسمہ تھیں قرآن نے دونوں وجودوں کو قابلِ احترام قرار دیا ہے اور یسوع مسیح کی ماں کو تقدس اور پاکیزگی کا کامل نمونہ بتایا ہے۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت احمد نے پچھلی دو عظیم جنگوں کے بارے میں تفصیلی رنگ میں پیشگوئیاں فرمائی تھیں آپ کے زمانہ میں اسلام نہایت کس مپرسی اور مغلوبیت اور مظلومیت کی حالت میں تھا۔ آپ کی مدد و معاونت کے لئے ابتدائی زمانہ میں سوائے چند غریب شاگردوں کے اور کوئی نہیں تھا۔ آپ کو نہ اقتدار حاصل تھا اور نہ ہی مال و دولت یا سیاسی قوت حاصل تھی۔ لیکن تمام قدرتوں کے مالک خدا کی تائید و نصرت آپ کے شاملِ حال تھی۔ آج دنیا کے تمام علاقوں میں لاکھوں کی تعداد میں آپ کے ماننے والے موجود ہیں۔ آپ نے اپنے تقویٰ اور بلند اخلاقِ کریمانہ کے ذریعہ اپنے ماحول کو منور کر دیا تھا۔

احمدی تعمیری نقطۂ نگاہ رکھنے والے اور کاروبارِ وقت کے ساتھ پُر خلوص وفاداری کا اظہار کرنے والے ہیں۔ پولیس کے ریکارڈ کے ذریعہ یہ بات بالکل عیاں اور ظاہر ہے کہ احمدی حضرات ہر قسم کے جرائم سے پاک اور منزّہ ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات میں انہوں نے اپنے ہاتھ نہیں رنگے اور نہ ہی میانہ روی ۔۔۔ اس سلسلہ کے بانی کی تعلیمات ہی ان کے لئے مشعلِ راہ ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ان کے امام تمام نیکیوں اور نیکیوں کا مجسمہ ہیں۔

حضرت احمد کی طرح بہت ہی کم شخصیتیں ایسی ہیں جو مہذب اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کو متاثر کر سکتی ہیں۔ آپ کی بلند شخصیت عقاید و تعلیمات کے اندر جتنی منظم کوششیں کی گئی تھیں ان کی قوت اور شدت سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ مسلم ممالک سے ہمارے تعلقات کو مضبوط کرنے میں احمدی حضرات ایک بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور اس سے ہندوستان کی عظمت بھی بلند و بالا ہو سکتی ہے اور اسی طرح میرا یقین ہے کہ امن عالم اور انسانیت کی بہبودی کے لئے یہ لوگ بہترین خدمت بجا لا سکتے ہیں۔

تحریک احمدیت کے بارے میں تفصیل معلومات ان کے مرکز سے جو ہندوستان کے مشرقی پنجاب میں واقع قادیان (ضلع گورداسپور) میں ہے حاصل کی جا سکتی ہیں

اس سلسلہ میں پوری واقفیت حاصل کرنے کے خواہش مندوں کو تمام دیگر لٹریچر تبلیغ میں بہترین مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ ان سب کو خلوص دل سے خوش آمدید کہی جاتی ہے۔ میرا ذاتی تجربہ بھی یہی بتا رہا ہے۔

مخلصانہ دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالےٰ سے اشارہ پا کر بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے تیسرے خلیفہ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے ۷ رجولائی ۱۹۶۷ء سے ۲۴ ر اگست ۱۹۶۷ء تک مغربی ممالک میں ایک دورہ فرمایا تھا۔ آپ نے ڈنمارک، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ہیگ، لنڈن اور گلاسگو وغیرہ علاقوں کا دورہ فرمایا اس طرح یورپ کے مشرقی علاقہ میں اور سکنڈے نیویا میں تاریخ میں پہلی مرتبہ اسلام کی آواز گونجی۔

آج اس علاقہ کے ہی باشندوں کی ایک مضبوط جماعت (احمدیہ) قائم ہے اور وہاں کے مشنریز بھی اسی علاقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

آج شہر کوپن ہیگن اپنی خوبصورت مسجد پر فخر محسوس کر رہا ہے۔ صرف احمدی مستورات کے چندوں سے تعمیر شدہ یہ عالی شان مسجد یورپ کی چھٹی مسجد ہے۔ یہ مسجد حضرت احمد کی زوجہ محترمہ کے نام سے موسوم ہے۔

سلسلہ احمدیہ حقیقت میں ایک بین الاقوامی تحریک ہے۔ مختلف قسم کی مخالفتوں اور ظلم و ستم پر غلبہ پاتے ہوئے ۱۹۶۷ء میں اس جماعت نے جو پوزیشن حاصل کی ہے اس کا نقشہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ دنیا کے چالیس ممالک میں ۱۲۵ نہایت منظم طور پر مشن ہاؤس (دار التبلیغ) سرگرم عمل ہیں۔

۲۔ ایک صد تینتالیس (۱۴۳) خوب تربیت یافتہ مشنریز بیرونی ممالک میں تبلیغی کام سرانجام دے رہے ہیں۔

۳۔ مشرقی افریقہ انڈونیشیا اور شرق وسطیٰ میں ۱۰۵ تعلیمی ادارے ۲۵ طبی مراکز کام کر رہے ہیں۔

۴۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں ۱۹ اخبارات و رسائل ہیں۔

۵۔ گیارہ غیر ملکی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے تیار ہیں۔

درخواستِ دعا۔ مکرم شیخ غلام مسیح صاحب احمدی ہیمبرگ کے چھوٹے بھائی عزیز شیخ غلام ہادی صاحب جو عرصہ دو سال سے دل کے مریض ہیں بغرض علاج و اپریشن ویلور مدراس گئے ہیں۔ جملہ بزرگانِ سلسلہ اور احباب کرام اپریشن کی کامیابی اور ان کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے دعا فرمائیں۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک صحابی چوہدری خوشی محمد صاحب رضؓ

از مکرم میر اللہ بخش صاحب تسنیم

چوہدری خوشی محمد صاحب ولد چوہدری علی بخش صاحب قوم راجپوت حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مرنجاں مرنج ناخواندہ صحابی تھے۔ بعد قیام پاکستان کے بعد ہمارے گاؤں میں آباد ہوئے اور ۳۱ رجنوری ۱۹۶۱ء کو بعارضہ پیچش بیمار ہو کر فوت ہوئے اور اسی گاؤں میں مدفون ہیں

ان کی بیماری کے دوران میں ان کی عیادت کے سلسلہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بندہ نے ان سے جو حالات معلوم کئے وہ حسب ذیل ہیں

انہوں نے فرمایا میری بیعت ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء کی ہے اور اس وقت میری عمر سولہ یا سترہ سال کی تھی فرمانے لگے ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے سید عبدالرزاق صاحب نے بیعت کی تھی لیکن ان کی بیعت کا معاملہ کچھ عرصہ تک پوشیدہ ہی رہا اور گاؤں میں کسی کو خبر نہ ہو سکی کہ وہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ جب حاجی غلام احمد صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیعت کی تو اس وقت پتہ چلا کہ سید عبدالرزاق صاحب نے بھی بیعت کی ہوئی ہے حاجی غلام احمد صاحب نے بیعت کرنے کے بعد عام لوگوں سے جدا نماز پڑھنا شروع کر دی اور قریباً ایک ماہ تک اکیلے ہی نماز پڑھتے رہے۔ لوگوں کو ان کے اس رویے پر بڑا تعجب ہوا کیونکہ وہ گاؤں کے سرکردہ آدمی تھے اور دینی امور میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے اور بڑی ٹھنڈی طبیعت کے آدمی تھے۔ اب تک انہوں نے اپنے بیعت کرنے اور جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا۔ لوگوں نے جب علیحدہ نماز پڑھنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ امام مہدی آگیا ہے اور میں نے اس کی بیعت کر لی ہے۔ اور جو وقت کے امام کو نہ مانے اس کے پیچھے وقت کے امام کو ماننے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ امام مہدی کی آمد کی جو علامات تھیں مثلاً رمضان کے مہینہ میں مقررہ تاریخوں پر چاند گرہن اور سورج گرہن کا ظہور پذیر ہونا وہ سب کی سب پوری ہو چکی ہیں۔ اگر حضرت مرزا صاحب سچے امام مہدی نہیں تو کوئی دکھاؤ جس نے امام مہدی ہونے کا اس زمانہ میں دعوےٰ کیا ہو۔ لوگوں نے جب اس قسم کی باتیں حاجی صاحب کی زبان سے سنیں تو انہوں نے خیال کیا کہ حاجی صاحب معزز اور شریف آدمی ہیں جھوٹ بولنے والے نہیں۔ کیونکہ موصوف احمدی ہونے سے پہلے بھی بڑے متقی اور پرہیزگار مشہور تھے۔ حاجی صاحب کی باتیں سن کر میں نے بھی ان کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے بھی جلسہ سالانہ پر ساتھ لے چلنا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ ضرور لے چلیں گے جب جلسہ سالانہ کی تاریخیں قریب آگئیں تو ہمارے گاؤں کے قریباً ایک سو آدمی جلسہ سالانہ میں شمولیت کی غرض سے حاجی صاحب کی معیت میں قادیان کو روانہ ہو گئے میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ بٹالہ ریلوے سٹیشن پر پہنچ کر ہم گاڑی سے اترے اور یکوں میں سوار ہو کر قادیان روانہ ہو گئے۔ قادیان پہنچ کر ہم لوگ مہمان خانہ میں چلے گئے۔ دوسرے دن ہمیں حاجی صاحب ہمراہ لے کر حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے حضور مسجد مبارک میں کھلنے والی کھڑکی کے راستہ مسجد میں تشریف لائے اس وقت مسجد میں حاجی غلام احمد صاحب اور ہم سب کے علاوہ خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ اور چند اور آدمی بھی موجود تھے۔ ہم لوگ جو کریام سے آئے تھے ان میں مہر خاں صاحب اور ان کے والد مادے خاں صاحب جو حاجی صاحب کے چچا تھے بھی شامل تھے۔ اور انہوں نے بھی ہمارے ساتھ بیعت کی تھی۔

حاجی صاحب ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود سب سے پہلے السلام کہا کرتے ہم کوشش کیا کرتے تھے کہ حضور سے پہلے حضور کو السلام علیکم کہیں لیکن حضور سبقت لے جایا کرتے تھے حضور نے ایک ایک کا ہاتھ اپنے ہاتھ کے اوپر رکھ کر بیعت لی تھی بیعت لینے کے بعد حضور نے نصیحت کے طور پر فرمایا دین کو دنیا پر مقدم رکھو۔ یہ نہیں کہ دنیا کو ترک ہی کر دو اگر کوئی تمہارا بہن بھائی ناراض ہوا تو اس کے لئے ہدایت کی دعا کرو۔ بیعت کے بعد میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میرے ماں باپ نمازی ہیں لیکن بیعت نہیں کرتے

میرے ماں باپ حاجی قدرت اللہ مولوی صاحب کے عقیدت مند تھے حضرت صاحب کے دعوےٰ سے پہلے مولوی صاحب مذکور کہا کرتے تھے کہ جو حضرت مرزا صاحب کی زیارت کرتا ہے وہ نفلی حج کا ثواب حاصل کرتا ہے لیکن جب حضور نے مامور ہونے کا دعوےٰ کیا تو کہنا شروع کر دیا کہ جھوٹا دعوےٰ کر دیا ہے انہیں زیارت کا حق نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا دو گھنٹے تک بیعت لینے کے بعد مختلف قسم کی نصیحتیں فرمائیں اور حاجی غلام احمد صاحب سے فرمایا کہ تم اکیلے نہیں رہو گے۔ آپ کی جماعت بہت بڑھے گی۔ دعا کرتے رہیں۔ سب کام دعا سے ہو۔

بیعت کرنے کے بعد جب ہم گاؤں واپس پہنچے تو ہماری بڑی زبردست مخالفت شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ ہمیں گاؤں کی مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا (باقی ص۱۱ پر)

اس پر حاجی صاحب نے باہم مشورہ کیا کہ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی علیحدہ مسجد بنالیں۔ ہمیں مسجد سے نکالنے والوں کے جو سرغنہ تھے وہ امید علی خاں۔ طفیل محمد اور ستار محمد ولد امید علی خان تھے۔

امید علی خاں اور ستار محمد مخالفت کے جوش میں ایک بار مجھ پر حملہ آور بھی ہوئے۔ اور مجھے بُرا بھلا بھی کہا۔ لیکن مَیں نے صبر سے کام لیا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ کی قہری تجلّی نے اپنا کام کیا اور مجھ پر حوصلہ کرنے والے امید علیخاں، ستار محمد اور اس کا بھائی طفیل محمد تینوں ہی تپ دق میں مبتلا ہو کر بڑی ذلّت کے ساتھ راہیٔ ملکِ عدم ہوئے امید علیخاں کی وفات کے بعد جلال دین صاحب کو سربراہ ذیلدار بنایا گیا۔ جب ہم لوگوں نے اپنی مسجد علیحدہ بنانے کا ارادہ کیا تو جلال دین صاحب سربراہ ذیلدار نے خواب میں دیکھا کہ کوئی آدمی اُسے کہہ رہا ہے کہ تم لوگوں نے احمدیوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے تو اس کا وبال تم پر پڑے گا۔

اس پر اس نے حاجی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مسجد کو آباد رکھیں۔ اور علیحدہ مسجد نہ بنائیں۔ لیکن حاجی صاحب نے فرمایا کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں خط لکھا ہے حضور کی طرف سے جو جواب آئے گا اس کے مطابق عمل کیا جائیگا۔ جواب آیا کہ اگر تم اپنی علیحدہ مسجد بنانے کی طیاری کر چکے ہو تو طیار کر لو۔ آخر علیحدہ مسجد طیار کر لی گئی۔

چوہدری خوشی محمد صاحب نے فرمایا کہ میری بیعت کے بعد ہر سال دس پندرہ آدمی نئے بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوتے گئے۔ اور ہماری جماعت کے افراد کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد غیر مبائعین نے جو فتنہ اُٹھایا تھا اس میں ہماری جماعت کے کسی فرد کو ابتلاء نہیں آیا تھا۔ ساری کی ساری جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور سب خلافت سے وابستہ ہو گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؎

سرینگر میں جماعت احمدیہ کی کامیاب کانفرنس

بقیہ صفحہ اوّل

آخر میں آپ نے غلبۂ اسلام سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نہایت عظیم الشان پیشگوئی پڑھ کر سنانے کے بعد فرمایا کہ جماعتِ احمدیہ کا ہر فرد قرآن کریم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر یقین رکھتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اسلام بہرحال غالب آئے گا۔ ایک طرف مسلمان مایوس ہیں مگر دوسری طرف جماعت احمدیہ کے ذریعہ مغرب میں اسلام کے غلبہ کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

اس اجلاس کی پہلی تقریر خاکسار محمد کریم الدین شاہد کی زیرِ عنوان "اسلام میں ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت" ہوئی۔ خاکسار نے مختلف آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں دلائلِ ہستی باری تعالیٰ بیان کئے جن میں راستباز انبیاء کی گواہی۔ اُن کا حق کی راہ میں استقلال و ثابت قدمی۔ اور آخرکار ان کا کامیاب و فائز المرام ہونا اور اُن کے مخالفین کا ناکام و نامراد رہنا تاریخی حقائق کے جائزہ میں پیش کیا۔ اور یہ کہ خدا خود انا الموجود کہہ کر اپنا وجود بذریعہ وحی و الہام ظاہر کرتا رہتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں بھی اس نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام سے مکالمہ مخاطبہ کیا۔ اس ضمن میں آنحضرت صلعم اور مسیح موعود علیہ السلام کی مختلف عظیم الشان پیشگوئیوں کو بیان کر کے اس امر کی وضاحت کی کہ ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

دوسری تقریر محترم مولانا شریف احمد صاحب فاضل مبلغ بمبئی نے "آنحضرت صلعم کے احسانات بنی نوعِ انسان پر" کے عنوان پر کی۔ آپ نے ابتداء میں اس امر کی تشریح کی کہ بوقتِ ضرورت نمازیں جمع کر کے بھی ادا کی جا سکتی ہیں۔ اور ہم بھی اس اجلاس کے بعد جمع تاخیر کے طور پر نماز مغرب و عشاء ادا کریں گے۔ یہ بھی آنحضرت صلعم کا ایک احسان ہے کہ ہمیں ایک مکمل ضابطۂ حیات قرآن مجید کی شکل میں دیا۔ جس کے احکام بشری قویٰ کے عین مطابق ہیں۔ اس کے بعد آپ نے کلمۂ توحید کی تشریح کر کے بتایا کہ آنحضرت صلعم نے شرک کو مٹا کر حقیقی توحید کو قائم فرمایا اور اس لحاظ سے بھی آپ محسنِ اعظم تھے کہ آپؐ اخلاقِ فاضلہ کے حامل تھے۔ اس سلسلہ میں آپؐ کا پیدا کردہ انقلاب تفصیل سے بیان کیا اور بتایا کہ آنحضرت صلعم نے انسان کو انسانیت کا صحیح مقام اور شرف عطا فرمایا۔ آپؐ رحمۃٌ للعالمین اور زندہ نبی ہیں۔ موجودہ دور میں بھی آپؐ کا فیض جاری و ساری ہے۔ فاضل مقرر نے اس سلسلہ میں اپنے بیان کو آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کی مختلف ایمان افروز مثالوں سے مزیّن کیا۔

بعدہٗ مکرم سعید احمد صاحب ڈار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا۔

اس اجلاس کی تیسری اور آخری تقریر "اسلام اور آنحضرت صلعم سے متعلق سابقہ مذہبی کتب کی پیشگوئیاں" کے عنوان پر محترم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل دہلوی نے کی۔ ابتداء میں آپ نے بتلایا کہ اسلام اور آنحضرت صلعم اپنی اس تعلیم میں دیگر تمام مذاہب سے ممتاز ہیں کہ دُنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں خدا کی توحید کا سبق دینے کے لئے اس کے نبی آتے رہے ہیں۔ اس کے مطابق ہندوستان میں بھی کئی رشی۔ مُنی اور اوتار آئے ہیں اور انہوں نے بھی اُصولاً توحید ہی کی تعلیم پیش کی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے ویدوں کے منتر بطور ثبوت پیش کئے۔ اور خصوصاً شری وید ویاس جی کی پیشگوئی تفصیل سے بیان کی جو آنحضرت صلعم اور مسلمانوں پر ہی چسپاں ہوتی ہے جس میں واضح طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ مہارشی مرو ستھل یعنی عرب کا رہنے والا ہوگا۔ اس کا نام محمد ہوگا اس کے چیلے بھارت میں آئیں گے وہ ختنہ کرانے والے۔ ڈاڑھی رکھنے والے اور بلند آواز سے اذان دینے والے ہونگے وغیرہ۔ اسی طرح اتھرو وید کی پیشگوئی کا بھی ذکر کیا جس میں آنحضرت صلعم کی واضح علامات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد مالابار کے راجہ کے قبولِ اسلام اور پھر ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ شمس تبریز اور امیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہم کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد بتلایا کہ موجودہ زمانہ میں تبلیغِ اسلام کا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہی مقدر ہے۔

آخر میں صدرِ مجلس نے چند دعاؤں کے اعلانات فرمائے اور آئندہ اجلاسوں کے پروگرام کا اعلان کیا اور مختصر رنگ میں تربیتِ نسواں کی طرف بھی احبابِ جماعت کو توجہ دلائی اور بعد دُعا رات کے قریباً پونے دس بجے یہ اجلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ کے اختتام پر اذان دی گئی اور سب احباب نے نماز مغرب و عشاء محترم صاحبزادہ صاحب کی اقتداء میں باجماعت ادا کی۔

دُوسرے دن کا پہلا اجلاس

مورخہ ۲۷ راگست بروز اتوار مجلس خدام الاحمدیہ کے زیرِ اہتمام ایک جلسۂ عام کا انعقاد عمل میں آیا صدارت کے فرائض محترم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل دہلوی نے سرانجام دیئے۔ جلسہ کی کارروائی صبح ٹھیک دس بجے شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن مجید مکرم مولوی سلطان احمد صاحب ظفر نے کی۔ اس کے بعد مکرم یوسف حسین صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ حیدرآباد نے خدام کا عہد دُہرایا پھر مکرم منظور احمد صاحب نے نظم پڑھ کر سُنائی۔ بعدہٗ تقاریر کا آغاز ہوا۔

سب سے پہلے مکرم مولوی غلام نبی صاحب نیاز مبلغ سرینگر نے ایک تعارفی تقریر میں نظامِ خلافت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی اہم ذمہ داری سے خدام کو عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرنے کی تلقین کی اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ پیش کرتے ہوئے مولوی صاحب موصوف نے خدام کو اُن کی دیگر ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا۔

دوسری تقریر مکرم مولوی منظور احمد صاحب گھنوکے فاضل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے عنوان پر کی۔ ابتداء میں آپ نے حضور علیہ السلام کی شخصیت اور مقام کی وضاحت کی اور آپؑ کی بعثت کے وقت کی دینی و اخلاقی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے بتایا کہ آپؑ کی بعثت عین وقت پر ہوئی ہے۔ اس کے بعد آپ نے تفصیل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے چند پہلوؤں خصوصاً محبتِ الٰہی۔ عشقِ رسولؐ اور شفقت علی الخلق کو بیان کیا۔

تیسرے نمبر پر مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب مبلغ بعدرواہ نے "حضرت مسیح ناصریؑ مشرق میں" کے موضوع پر کشمیری زبان میں تقریر کی جس میں انہوں نے واقعۂ صلیب کو تفصیلاً بیان کر کے قرآنی آیات اور انجیل کے بیان کی روشنی میں حضرت مسیح علیہ السلام کا صلیب سے زندہ اُترنا اور پھر مشرق کی طرف ہجرت کر کے آپؑ کا کشمیر آنا اور سرینگر کے محلّہ خانیار میں مدفون ہونا بالوضاحت بیان کیا۔ اور وفاتِ مسیحؑ پر متعدد دلائل دیتے ہوئے بیان کیا کہ مسیح محمدی نے کسرِ صلیب کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

بعدہٗ مکرم عبدالمجید صاحب مضطر نے "اے احمدی" کے عنوان سے ایک کشمیری نظم پڑھ کر سنائی۔

نظم کے بعد مکرم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل نے اپنے صدارتی خطاب میں "موعودِ اقوامِ عالم" سے متعلق مختلف مذاہب کی خصوصاً وید اور گرنتھ صاحب کی پیشگوئیاں تفصیل سے بیان کیں جن میں اس موعود کا نام احمد اور اس کے ظہور کی بستی کا نام قدون بتایا گیا ہے نیز اُسے پرگنہ بٹالہ کا گورو کہا گیا ہے آخر میں آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر کا ایک ولولہ انگیز اقتباس سُنا کر اپنی تقریر کو ختم کیا پھر بعد دُعا اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔

قائدین مجالس خدام الاحمدیہ کی میٹنگ

اسی دن پہلے ڈیڑھ بجے چار بجے سہ پہر تک ... منقبل دفتر مجلس خدام الاحمدیہ میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ... صدارت جماعت ہائے احمدیہ کشمیر ... مجالس خدام الاحمدیہ کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی

بس میں مبلغین کرام کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد مکرم ڈاکٹر مظفر احمد صاحب قائد صوبائی نے محترم صاحبزادہ صاحب کی تشریف آوری پر خوش آمدید کہتے ہوئے بہتر رنگ میں مجلس خدام الاحمدیہ کو کام کرنے کی رہنمائی فرمانے کی درخواست کی۔

بعدہٗ مکرم عبد المجید صاحب مضطر نے محترم صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں صوبائی مجلس کی طرف سے ایک سپاسنامہ پڑھ کر سُنایا جس میں خصوصًا ان باتوں پر زور دیا گیا تھا کہ مسجد احمدیہ سرینگر کی تعمیر ایک احمدیہ سکول کے قیام اور افریقہ کی طرح کشمیر کی طرف بھی خاص توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے نوجوانوں کو محنت کی عادت ڈالنے اور چندوں میں باقاعدگی اختیار کرنے کی تلقین کی۔ اور فرمایا کہ صاحب اثر افراد اور نوجوانوں کو آگے آنا چاہیئے تا کہ کثرت سے لوگ بھی دلچسپی سے کام کریں ہمارا کام خدمت خلق اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ ہمارے سلوک کی وجہ سے دیگر مسلمان بھی آخر کار ہمارے قریب آجائیں گے۔ آپ نے قائدین کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ وہ مجالس کی ترقی کا ایک چارٹ رکھیں جس سے سنہ وار ہر مجلس کی ترقی کی رفتار واضح ہو۔ آخر میں آپ نے خدام کو عمل پیہم کی تلقین فرمائی۔ اس خطاب کے بعد دعا ہوئی اور پھر مدعوین کی ضیافت سیبوں سے کی گئی۔

دُوسرے دِن کا دُوسرا اجلاس

مورخہ ۲۷ اگست ہی کی شام ۵½ بجے محترم صاحبزادہ صاحب کی زیر صدارت صوبائی کانفرنس کا آخری اجلاس منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید مکرم مولوی منظور احمد صاحب فاضل نے کی اور مکرم مولوی سلطان احمد صاحب ظفر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔

اس کے بعد مکرم مولوی غلام نبی صاحب نیاز نے ایک مختصر سی تقریر خدام الاحمدیہ سے متعلق کی جس میں حضرت مصلح موعودؓ کے اس شعر کا مضمون بیان کیا کہ ؎

خدمت دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو!
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

اس کے بعد حسن کارکردگی کے لحاظ اول دوم سوم آنے والی مجالس کے ناموں کا اعلان کیا۔ چنانچہ مجلس یاری پورہ اول۔ آسنور دوم۔ سرینگر سوم اور ہاری پاریگام چہارم رہی۔ ان مجالس کے قائدین باری باری اسٹیج پر آکر محترم صاحبزادہ صاحب سے شرف مصافحہ حاصل کرتے رہے۔

اس اجلاس کی پہلی تقریر محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل کی تھی۔ آپ نے "مسلمانوں کی زبوں حالی اور اس کا حل" کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ مسلمانوں کی موجودہ زبوں [illegible] کو چھوڑنے کے سبب سے ہے۔ اس سلسلہ [illegible] مفصل منتظر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] کی اخلاقی۔ دینی اقتصادی اور سیاسی [illegible] سے بیان کرکے اس کا حل یہ بتایا کہ خدا کے مامور کو قبول کیا جائے اور خلافت سے وابستگی اختیار کی جائے۔ اسی میں مسلمانوں کی ترقی کا راز مضمر ہے۔

دوسری تقریر اسلام اور کمیونزم کے عنوان پر محترم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل نے کی۔ آپ نے اشتراکی اصول کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے سوشلزم کی تشریح کی اور کمیونزم کے اصولی نقائص پر تفصیلی تنقید کرتے ہوئے اسلام کے اقتصادی اصول و نظریات پیش کئے اور فرمایا کہ اب صحیح انقلاب اور حقیقی اطمینان صرف اسلام ہی کے ذریعہ پیدا کیا جاسکتا ہے جو پُرامن بھی ہوگا اور دیرپا بھی۔

بعدہٗ مکرم غلام نبی صاحب ناظر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔

تیسری تقریر خاکسار محمد کریم الدین شاہد کی "تبلیغ اسلام زمین کے کناروں تک" کے موضوع پر ہوئی۔ خاکسار نے قرآنی آیات کی روشنی میں تبلیغ کی اہمیت کو واضح کرکے بتلایا کہ آج اس اہم فریضہ کو صرف جماعت احمدیہ ہی سرانجام دے رہی ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیل سے بیرونی ممالک کے احمدیہ مشنوں۔ مساجد۔ سکولوں وغیرہ کا جائزہ پیش کیا۔ اور بتایا کہ اس عظیم کام پر غیر از جماعت مفکرین وصحافیوں نے جماعت احمدیہ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

بعدہٗ محترم مولانا امینی صاحب نے مختلف احباب کی درخواست ہائے دعا پڑھ کر سنائیں اور دعا کی تحریک کی۔ اور ساتھ ہی کانفرنس کے جملہ منتظمین۔ کارکنان اور معاونین نیز میونسپلٹی کے حکام اور پولیس افسران وغیرہ کا جماعت کی طرف سے شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے بہترین رنگ میں تعاون کیا۔

آخر میں صدر محترم نے نہایت دلنشین پیرایہ میں احباب جماعت کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا جس کے بعد ایک لمبی اور پُرسوز دُعا کے ساتھ رات کے قریبًا سوا دس بجے یہ اجلاس نہایت کامیابی کیساتھ اختتام پذیر ہوا۔ الحمدللہ۔

بُک سٹال اور مجموعی تأثر

کانفرنس کے دونوں روز مسجد کے بیرونی گیٹ کے پاس باقاعدہ بک سٹال قائم کیا گیا تھا جس سے متعدد غیر از جماعت دوستوں نے فائدہ اٹھایا۔

کانفرنس کے دوران نماز باجماعت۔ درس و تدریس اور جماعت کی تنظیم کا غیر از جماعت مسلمانوں پر بہت اچھا اثر پڑا اور کئی دوستوں نے برملا اس امر کا اظہار کیا کہ حقیقی اسلام تو واقعی جماعت احمدیہ ہی پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کے مفید نتائج نکالے آمین۔

پروگرام دورہ مولوی رفیق احمد صاحب انسپکٹر بیت المال صوبہ جموں و کشمیر

جملہ عہدیداران جموں و کشمیر کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ مکرم مولوی رفیق احمد صاحب انسپکٹر بیت المال آمد ماہ اخاء (اکتوبر) ۱۳۵۱ ہش / ۱۹۷۲ء مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق صوبہ جموں و کشمیر کی جماعتوں کا مالی دورہ کریں گے۔ جملہ احباب خصوصًا عہدیداران و مبلغین کرام سے اُمید ہے کہ انسپکٹر صاحب موصوف سے کماحقہٗ تعاون فرمائیں گے۔ انسپکٹر صاحب موصوف حسابات کی پڑتال کے علاوہ وصولی چندہ جات لازمی۔ درویش فنڈ کے ساتھ ساتھ سال آئندہ کا بجٹ بھی تیار کریں گے۔ امید ہے کہ بقایا دار احباب اپنے چندہ جات کی ادائیگی کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے۔

ناظر بیت المال (آمد) قادیان

نام جماعت	تاریخ رسیدگی	عرصہ قیام	تاریخ روانگی	نام جماعت	تاریخ رسیدگی	عرصہ قیام	تاریخ روانگی
قادیان	—	—	۱-۱۰-۷۲	اندورہ	۲۹-۱۰-۷۲	ایک یوم	۳۰-۱۰-۷۲
جموں	۱-۱۰-۷۲	—	۲-۱۰-۷۲	سری نگر	۳۰-۱۰-۷۲	۱	۳۱-۱۰-۷۲
سری نگر	۲-۱۰-۷۲	۲ یوم	۵-۱۰-۷۲	اودہ گام	۱-۱۱-۷۲	½	۱-۱۱-۷۲
شورت	۵-۱۰-۷۲	۲	۷-۱۰-۷۲	ترکر پورہ	۱-۱۱-۷۲	½	۲-۱۱-۷۲
کنی پورہ	۷-۱۰-۷۲	۲	۱۰-۱۰-۷۲	ہیچہ مرگ	۲-۱۱-۷۲	۱	۳-۱۱-۷۲
اوگام	۱۰-۱۰-۷۲	½	۱۱-۱۰-۷۲	سری نگر	۳-۱۱-۷۲	۱	۴-۱۱-۷۲
یاڑی پورہ	۱۱-۱۰-۷۲	۲	۱۳-۱۰-۷۲	بھدرواہ	۴-۱۱-۷۲	۲	۶-۱۱-۷۲
چک ایمرچھ	۱۳-۱۰-۷۲	۲	۱۵-۱۰-۷۲	جموں	۶-۱۱-۷۲	۱	۷-۱۱-۷۲
آسنور	۱۵-۱۰-۷۲	۳	۱۸-۱۰-۷۲	پونچھ	۷-۱۱-۷۲	۱	۸-۱۱-۷۲
کوریل	۱۸-۱۰-۷۲	۲	۲۰-۱۰-۷۲	شینڈرہ	۸-۱۱-۷۲	۲	۱۰-۱۱-۷۲
رشی نگر	۲۰-۱۰-۷۲	۳	۲۳-۱۰-۷۲	سلواہ۔پٹھانہ تیر	۱۰-۱۱-۷۲	۲	۱۲-۱۱-۷۲
ماندوجن	۲۳-۱۰-۷۲	۱	۲۴-۱۰-۷۲	گورسائی	۱۲-۱۱-۷۲	۱	۱۳-۱۱-۷۲
شوپیاں۔مانلو۔زورو	۲۴-۱۰-۷۲	۱	۲۵-۱۰-۷۲	چارکوٹ	۱۳-۱۱-۷۲	۲	۱۵-۱۱-۷۲
میشہ واڑ	۲۵-۱۰-۷۲	½	۲۵-۱۰-۷۲	کالابن۔لوہارکہ	۱۵-۱۱-۷۲	۲	۱۷-۱۱-۷۲
سری نگر	۲۵-۱۰-۷۲	۱	۲۶-۱۰-۷۲	چارکوٹ	۱۷-۱۱-۷۲	۱	۱۸-۱۱-۷۲
ہاری پاری گام	۲۶-۱۰-۷۲	۱	۲۷-۱۰-۷۲	بڈھانوں	۱۸-۱۱-۷۲	۱	۱۹-۱۱-۷۲
سندر باری	۲۷-۱۰-۷۲	۱	۲۸-۱۰-۷۲	جموں	۱۹-۱۱-۷۲	۱	۲۰-۱۱-۷۲
بھوہڑ	۲۸-۱۰-۷۲	۱	۲۹-۱۰-۷۲	قادیان	۲۰-۱۱-۷۲	—	—

آزاد ٹریڈنگ کارپوریشن ۵۸/۱ فیرس لین کلکتہ ۱۲
کروم لیدر اور بہترین کوالٹی ہوائی چپل اور ہوائی شیٹ کے لئے
ہم سے رابطہ قائم کریں:۔
Azad TRADING CORPORATION
58/1 PHEARS LANE CALCUTTA-12.

ٹیوب ڈیزل یا پٹرول سے چلنے والے ٹرک یا کار وین
کے ہر قسم کے پُرزہ جات آپ کو ہماری دُکان سے مل سکتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنے شہر یا کسی قریبی شہر سے کوئی پرزہ نہ مل سکے تو ہم سے طلب کریں۔
پتہ نوٹ فرمالیں:۔
آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگولین کلکتہ نمبر ۱
AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA-1
تار کا پتہ:۔ "Autocentre"
فون نمبرز 23-1652 23-5222